جلد ۱۲ هجرت ۱۳۵۰ھش شمارہ ۵
مئی ۱۹۷۱ء

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آلِ عمران)

مجلس انصاراللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصاراللہ ربوہ

سالانہ بدل اشتراک
پاکستان و بھارت چھ روپے
دیگر ممالک تیرہ شلنگ

فی پرچہ ساٹھ پیسے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تَأۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَتَنۡهَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡكَرِ

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

ہجرت ۱۳۵۰ ہش

ربیع الاول ۱۳۹۱ ہجری — مئی ۱۹۷۱ء

ایڈیٹر
مسعود احمد دہلوی

چندہ سالانہ چھ روپے — فی پرچہ ساٹھ پیسے

فہرست مضامین

ناشر :- . . . . . چوہدری محمد ابراہیم

مطبع :- . . . . . ضیاء الاسلام پریس ربوہ

مقام اشاعت :- . . . . دفتر ماہنامہ "انصار اللہ"

دار الصدر جنوبی ربوہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شمارہ ۵ | ماہنامہ انصار اللہ ربوہ | جلد ۱۲

ہجرت ۱۳۵۰ ہش

خلافت قومی لحاظ سے ہماری دائمی حیات کی ضامن ہے

ہمارا یہ اوّلین فرض ہے کہ ہم نسلاً بعد نسلٍ نظامِ خلافت کی حفاظت کرتے چلے جائیں

جو انسان بھی دنیا میں پیدا ہوتا ہے وہ اپنی مدّتِ حیات پوری کرنے کے بعد بہر حال فوت ہو جاتا ہے۔ دُنیا میں کوئی انسان بھی ایسا نہیں جو ہمیشہ زندہ رہا ہو۔ نہ اب تک کوئی انسان ایسا ہوا ہے اور نہ آئندہ ہوگا کہ جو ایک دفعہ پیدا ہونے کے بعد اس کرۂ ارض پر ہمیشہ زندہ رہے۔ خدا کا یہ اٹل قانون ہے کہ ہر مخلوق کے لئے بالآخر فنا مقدر ہے اسی لئے اس نے قرآن مجید میں فرمایا ہے کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ (آل عمران آیت ۱۸۶) یعنی ہر جان موت کا مزہ چکھنے والی ہے۔ اسی طرح ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے کُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ (الرحمٰن آیت ۲۷) یعنی زمین میں جو کوئی بھی ہے آخر ہلاک ہونے والا ہے اور صرف وہ بچتا ہے جس پر تیرے جلال والے خدا کی توجہ ہو۔ قرآن مجید کی یہ اور ان جیسی بعض دوسری آیات اس امر پر شاہد ناطق ہیں کہ کوئی انسان بھی اس دنیا میں ہمیشہ ہمیش کے لئے زندہ نہیں رہ سکتا۔

اللہ تعالیٰ کے اس اٹل قانون کے باوجود کہ یہ دنیا اور اس کی ہر چیز فانی ہے اگر قومیں چاہیں تو ہمیشہ زندہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

جلد ۱۲ | ماہنامہ انصار اللہ ربوہ | شمارہ ۵

ہجرت ۱۳۵۰ ہش

خلافت قومی لحاظ سے ہماری دائمی حیات کی ضامن ہے

ہمارا یہ اوّلین فرض ہے کہ ہم نسلاً بعد نسلٍ نظامِ خلافت کی حفاظت کرتے چلے جائیں

جو انسان بھی دنیا میں پیدا ہوتا ہے وہ اپنی مدّتِ حیات پوری کرنے کے بعد بہر حال فوت ہو جاتا ہے۔ دُنیا میں کوئی انسان بھی ایسا نہیں جو ہمیشہ زندہ رہا ہو۔ نہ اب تک کوئی انسان ایسا ہوا ہے اور نہ آئیندہ ہوگا کہ جو ایک دفعہ پیدا ہونے کے بعد اس کرۂ ارض پر ہمیشہ زندہ رہے۔ خدا کا یہ اٹل قانون ہے کہ ہر مخلوق کے لئے بالآخر فنا مقدر ہے اسی لئے اس نے قرآن مجید میں فرمایا ہے کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَۃُ الْمَوْتِ (آل عمران آیت ۱۸۶) یعنی ہر جان موت کا مزہ چکھنے والی ہے۔ اسی طرح ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ وَّیَبْقٰی وَجْہُ رَبِّکَ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ (الرحمٰن آیت ۲۷) یعنی زمین پر جو کوئی بھی ہے آخر ہلاک ہونے والا ہے اور صرف وہ بچتا ہے جس پر تیرے جلال والے خدا کی توجہ ہو۔ قرآن مجید کی یہ اور ان جیسی بعض دوسری آیات اس امر پر شاہد ناطق ہیں کہ کوئی انسان بھی اس دنیا میں ہمیشہ ہمیش کے لئے زندہ نہیں رہ سکتا۔

اللہ تعالیٰ کے اس اٹل قانون کے باوجود کہ یہ دنیا اور اس کی ہر چیز فانی ہے اگر قومیں چاہیں تو ہمیشہ زندہ

رہ سکتی ہیں اور اس طرح وَيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ کی مصداق بن سکتی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگرچہ تمام انسان فانی ہیں اور وہ انسان ہونے کی حیثیت میں اپنی اپنی باری پر موت کا شکار ہوتے چلے جاتے ہیں لیکن اگر وہ نسلاً بعد نسلٍ قومی حیات کے سرچشمہ کی حفاظت کرتے چلے جائیں تو قوم نسلاً بعد نسلٍ ہمیشہ زندہ رہ سکتی ہے یعنی قیامت تک اس پر موت وارد نہیں ہوسکتی۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ قومی حیات کے سرچشمہ سے کیا مراد ہے اور اس کی حفاظت کا کیا طریق ہے؟ سو جہاں تک قومی حیات کے سرچشمہ کا تعلق ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مامورین اللہ کے وجود کے بعد قومی حیات کے دوام و استحکام کا سرچشمہ خلافت کے آسمانی نظام کو قرار دیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ سورۃ النور میں مسلمانوں کو مخاطب کرکے فرماتا ہے:-

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ
عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي
الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ
مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ
دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَ
لَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ
اَمْنًا ط (سورۃ النور آیت ۵۶)

اللہ تعالیٰ نے تم میں سے ایمان لانے والوں اور مناسب حال عمل کرنے والوں سے وعدہ کیا کہ وہ ان کو زمین میں خلیفہ بنادے گا جس طرح ان سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنادیا تھا اور جو دین اس نے ان کے لئے پسند کیا ہے وہ ان کے لئے اسے مضبوطی سے قائم کردے گا اور ان کی خوف کی حالت کے بعد وہ ان کے لئے امن کی حالت تبدیل کردے گا۔

اس آیت میں خلافت کے آسمانی نظام کے طفیل اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ دین کے زمین پر مضبوطی سے قائم ہونے اور خوف کی عارضی حالت کے دُور ہوکر بار بار امن کی حالت میں تبدیل ہونے سے مراد یہی ہے کہ خلافت کے آسمانی نظام کی بدولت وابستگان خلافتِ حقہ ایک الٰہی جماعت یا قوم کی حیثیت سے ہمیشہ زندہ رہتے چلے جائیں گے۔ یعنی جب تک ایمان والے مومن بالخلافت بنے رہیں گے اور اپنے اس ایمان کے مناسب حال اعمال بجالاتے رہیں گے۔ ان کے درمیان خلافت کا آسمانی نظام قائم رہے گا اور اس نظام کی برکت کے طفیل زندہ خدا سے زندہ تعلق رکھنے والی جماعت کے طور پر ان کا وجود نسلاً بعد نسلٍ برقرار رہے گا اور اس طرح دنیا کو ہمیشہ ان کی حیاتِ ابدی کا زندہ اور درخشندہ و تابندہ ثبوت ملتا چلا جائے گا۔ پس قرآن مجید کی رو سے قومی حیات کا سرچشمہ اور اس کو استحکام و دوام بخشنے کا واحد ذریعہ خلافت ہی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو آپ کے وصال کے بعد قدرتِ ثانیہ کی شکل میں نظامِ خلافت کے قائم ہونے کی بشارت دی تو اس میں بھی نظام خلافت کو قومی حیات کا سرچشمہ اور اسے

استحکام ودوام بخشنے کا وسیلہ ٹھہرایا چنانچہ حضور علیہ السلام نے اپنی جماعت کو مخاطب کرکے فرمایا:-

"سو اے عزیزو! جبکہ قدیم سے سنت اللہ یہی ہے کہ خداتعالیٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کرکے دکھلادے، سو اب ممکن نہیں کہ خداتعالیٰ اپنی قدیم سنّت کو ترک کردیوے اس لئے تم میری اس بات سے جو میں نے تمہارے پاس بیان کی غمگین مت ہو اور تمہارے دل پریشان نہ ہوجائیں کیونکہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا اور وہ دوسری قدرت نہیں آسکتی جب تک کہ میں نہ جاؤں لیکن میں جب جاؤں گا تو پھر خدا اس دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دے گا جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی...... میں خدا کی ایک مجسم قدرت ہوں. اور میرے بعد بعض اَور وجود ہوں گے جو دوسری قدرت کا مظہر ہوں گے" (الوصیّۃ)

حضور علیہ السلام کے اس نہایت ہی اہم ارشاد میں قدرتِ ثانیہ سے مراد خلافت کا آسمانی نظام ہے اور اس نظام کے دائمی ہونے اور تا قیامت جاری رہنے سے یہی مراد ہے کہ اس آسمانی نظام کی برکت سے جماعت مومنین کو استحکام اور دوام نصیب ہوتا چلا جائے گا حتی کہ مومنوں کی قومی حیات کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا۔

جہاں تک نظام خلافت کے دائمی ہونے اور قیامت تک اس کا سلسلہ منقطع نہ ہونے کا سوال ہے یہ امر فراموش نہیں کرنا چاہیئے کہ خداتعالیٰ جب بھی کسی مامور کی وفات کے بعد جماعتِ مومنین میں خلافت کا آسمانی نظام قائم فرماتا ہے تو اسی لئے قائم فرماتا ہے کہ اس مامور من اللہ پر ایمان لانے والے نسلاً بعد نسلٍ اپنے مومن بالخلافت ہونے کا اپنے عمل سے ثبوت دے کر اپنے آپ کو اس نظام کا ہمیشہ کے واسطے مستحق ثابت کرتے چلے جائیں اور یہ سلسلہ قیامت تک اسی طرح چلتا چلا جائے۔ اس لحاظ سے جماعت مومنین پر اس نظام کے ہمیشہ ہمیش جاری رہنے کے سلسلہ میں بہت ہی بھاری اور عظیم ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ اسی لئے سیدنا حضرت المصلح الموعود رضی اللہ عنہ نے جماعت احمدیہ میں نظام خلافت قائم ہونے سے متعلق سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مندرجہ بالا ارشاد کے متعلق فرمایا ہے:-

"اس جگہ "ہمیشہ" کے یہی معنے ہیں کہ جب تک تم چاہو گے تم زندہ رہ سکو گے۔ اگر تم سارے مل کر بھی چاہتے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام زندہ رہتے تو وہ زندہ نہیں رہ سکتے تھے۔ ہاں اگر تم یہ چاہو کہ قدرتِ ثانیہ تم میں زندہ رہے تو وہ زندہ رہ سکتی ہے۔ قدرتِ ثانیہ کے دو مظاہر ہیں اوّل تائیدِ الٰہی اور دوم خلافت۔ اگر قوم چاہے اور اپنے آپ کو مستحق بنائے تو تائید الٰہی بھی اس کے شاملِ حال رہ سکتی ہے اور خلافت بھی اس میں زندہ رہ سکتی ہے۔" (تقریر فرمودہ

۲۵ اکتوبر ۱۹۵۳ء بحوالہ الفضل خلافت نمبر مئی ۱۹۶۱ء)

(سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلافت کے ہمیشہ قائم رہنے اور اس کی برکت کے نتیجہ میں قوم کے ہمیشہ زندہ رہنے سے متعلق ہمیں ہماری عظیم ذمہ داری سے ہی آگاہ نہیں فرمایا ہے بلکہ اُس خرابی سے بھی ہمیں خبردار فرمایا ہے جس کے پیدا ہونے کی وجہ سے کسی قوم سے خلافت کا عظیم الشان انعام چھن جاتا ہے اور نتیجۃً قوم موت کا شکار ہوئے بغیر نہیں رہتی۔ چنانچہ حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:۔

"خرابیاں ہمیشہ ذہنیت کے خراب ہونے سے پیدا ہوتی ہیں۔ ذہنیت درست رہے تو کوئی وجہ نہیں کہ خدا تعالیٰ کسی قوم کو چھوڑ دے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ یہی فرماتا ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِھِمْ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کبھی کسی قوم کے ساتھ اپنے سلوک میں تبدیلی نہیں کرتا جب تک کہ وہ خود اپنے دلوں میں خرابی پیدا نہ کرلے۔ یہ چیز ایسی ہے جسے ہر شخص سمجھ سکتا ہے۔ کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں اس بات کو نہیں سمجھ سکا۔ کوئی جاہل سے جاہل انسان بھی ایسا نہیں ہوگا جسے میں یہ بات بتاؤں اور وہ کہے کہ میں اسے نہیں سمجھ سکا۔ یا اگر ایک دفعہ سمجھانے پر نہ سمجھ سکے تو دوبارہ سمجھانے پر بھی وہ کہے کہ میں نہیں سمجھا۔ لیکن اتنی سادہ سی بات بھی قومیں فراموش کردیتی ہیں۔ انسان کا مرنا تو ضروری ہے اگر وہ مرجائے تو اس پر کوئی الزام نہیں آتا۔ لیکن قوم کے لئے مرنا ضروری نہیں۔ قومیں اگر چاہیں تو وہ زندہ رہ سکتی ہیں۔ لیکن وہ اپنی ہلاکت کے سامان خود پیدا کرلیتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ صحابہؓ کو ایک ایسی تعلیم دی تھی جس پر اگر ان کی آئندہ نسلیں عمل کرتیں تو ہمیشہ زندہ رہتیں۔ لیکن قوم نے عمل چھوڑ دیا اور وہ مرگئی۔ دنیا یہ سوال کرتی ہے اور میرے سامنے بھی یہ سوال کئی دفعہ آیا ہے کہ باوجود اس کے کہ خدا تعالیٰ نے صحابہؓ کو ایسی اعلیٰ درجہ کی تعلیم دی تھی جس میں ہر قسم کی سوشل تکالیف اور مشکلات کا علاج تھا اور پھر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس پر عمل کرکے بھی دکھا دیا تھا پھر وہ تعلیم کئی کہاں اور ۲۳ سال ہی میں وہ کیوں ختم ہوگئی۔ عیسائیوں کے پاس مسلمانوں سے کم درجہ کی خلافت تھی لیکن ان میں اب تک پوپ چلا آرہا ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ عیسائیوں میں پوپ کے باغی بھی ہیں لیکن اس کے باوجود ان کی اکثریت ایسی ہے جو پوپ کو مانتی ہے اور انہوں نے اس نظام سے فائدے بھی اٹھائے ہیں لیکن مسلمانوں میں ۳۴ سال تک خلافت رہی اور پھر ختم ہوگئی۔ اسلام کا سوشل نظام ۳۴ سال تک قائم

رہا اور پھر ختم ہوگیا۔ نہ جمہوریت باقی رہی، نہ غربا پروری رہی، نہ لوگوں کی تعلیم اور غذا اور لباس اور مکان کی ضروریات کا کوئی احساس رہا۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ ساری باتیں کیوں ختم ہوگئیں؟ اس کی یہی وجہ تھی کہ مسلمانوں کی ذہنیت خراب ہوگئی تھی۔ اگر ان کی ذہنیت درست رہتی تو کوئی وجہ نہیں تھی کہ یہ نعمت ان کے ہاتھ سے چلی جاتی۔ پس تم خدا تعالےٰ کی خوشنودی حاصل کرو اور ہمیشہ اپنے آپ کو خلافت سے وابستہ رکھو۔ اگر تم ایسا کرو گے تو خلافت تم میں ہمیشہ رہے گی۔ خلافت خدا تعالےٰ نے تمہارے ہاتھ میں دی ہی اس لئے ہے تا وہ کہہ سکے کہ میں نے اسے تمہارے ہاتھ میں دیا تھا اگر تم چاہتے تو یہ چیز ہمیشہ تم میں قائم رہتی۔ اگر اللہ تعالےٰ چاہتا تو اسے الہامی طور پر بھی قائم کر سکتا تھا مگر اس نے ایسا نہیں کیا بلکہ اس نے یہ کہا کہ اگر تم لوگ خلافت کو قائم رکھنا چاہو گے تو میں بھی اسے قائم رکھوں گا گویا اس نے تمہارے منہ سے کہلوانا ہے کہ تم خلافت چاہتے ہو یا نہیں چاہتے۔"

(تقریر فرمودہ ۲۵ اکتوبر ۱۹۵۳ء مطبوعہ الفضل خلافت نمبر مئی ۱۹۶۱ء)

اس سے ظاہر ہے کہ نعمتِ خلافت کے دائمی طور پر سرفراز رہنے اور اس کی برکت کے نتیجہ میں قومی حیات کے ابد تک دراز ہوتے چلے جانے کے لئے یہ امر نہایت ضروری ہے کہ ہم ایمان بالخلافت پر نہایت مضبوطی سے قائم رہیں اور پھر اس کے مناسب حال اعمال بجا لانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ نظامِ خلافت کی دل سے قدر کرتے ہوئے اس کے ساتھ دلی طور پر وابستہ رہیں۔ اس طرح قدرتِ ثانیہ خدائی وعدہ کے بموجب ابد تک زندہ رہے گی اور اس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا انشاء اللہ العزیز وباللہ التوفیق

جیسا کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالےٰ سے خبر پا کر واضح فرمایا ہے موجودہ زمانہ میں آدم اور شیطان کے مابین آخری جنگ لڑی جا رہی ہے اور اس میں خدائی فیصلہ کے بموجب آدم کو فیصلہ کن فتح ہونی مقدر ہے۔ جس کے نتیجہ میں اسلام نے پورے کرۂ ارض پر اس طرح غالب آنا ہے کہ اس کا یہ غلبہ پھر کبھی نہیں ہٹے گا یعنی قیامت تک جاری رہے گا اس لئے خلافت کے آسمانی نظام کا بھی جو قومی لحاظ سے ہماری دائمی حیات کا ضامن ہے قیامت تک جاری و ساری رہنا مقدر ہے۔ البتہ ہم میں سے جو لوگ اپنی شومیٔ قسمت سے نیت میں خرابی کے باعث ایمان بالخلافت میں کمزوری دکھائیں گے اور اس کے مناسب حال اعمال بجا نہیں لائیں گے وہ خلافت کی آسمانی برکات سے محروم ہوتے چلے جائیں گے اور اسلام کے آسمانی غلبہ میں ان کا کوئی حصہ نہ ہوگا۔

ان حالات میں ہمارے لئے جنہیں اللہ تعالےٰ نے اس زمانہ میں خلافت کی عظیم الشان نعمت سے سرفراز فرمایا ہے

یہ امر نہایت ضروری ہے کہ ہم خلافت کے ساتھ دلی طور پر وابستہ رہتے ہوئے نسلاً بعد نسلٍ اس کی حفاظت کرتے چلے جائیں۔ اسی لئے سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جماعت سے ۲۴ جنوری ۱۹۶۰ء کو ایک عہد لیا تھا ہمیں اس عہد کو بار بار دہراتے رہنا چاہیئے اور اس کے ایک ایک لفظ پر غور کرکے اس امر کی پوری کوشش کرنی چاہیئے کہ ہم عملاً اس عہد کو پورا کر دکھانے والے ثابت ہوں وہ مقدس عہد یہ ہے:۔

اشهد ان لا الٰه الا الله وحده لاشريك له واشهد ان محمداً عبده ورسوله ہم اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ ہم اسلام اور احمدیت کی اشاعت اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا نام دنیا کے کناروں تک پہنچانے کے لئے اپنی زندگیوں کے آخری لمحات تک کوشش کرتے چلے جائیں گے اور اس مقدس فرض کی تکمیل کے لئے ہمیشہ اپنی زندگیاں خدا اور اس کے رسولؐ کے لئے وقف رکھیں گے اور ہر بڑی سے بڑی قربانی پیش کرکے قیامت تک اسلام کے جھنڈے کو دنیا کے ہر ملک میں اونچا رکھیں گے۔ ہم اس بات کا بھی اقرار کرتے ہیں کہ ہم نظامِ خلافت کی حفاظت اور اس کے استحکام کے لئے آخر دم تک جدوجہد کرتے رہیں گے اور اپنی اولاد در اولاد کو ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے اور اس کی برکات سے مستفیض ہونے کی تلقین کرتے رہیں گے۔ تاکہ قیامت تک خلافتِ احمدیہ محفوظ چلی جائے۔ اور قیامت تک سلسلہ احمدیہ کے ذریعہ اسلام کی اشاعت ہوتی رہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا دنیا کے تمام جھنڈوں سے اونچا لہرانے لگے۔ اے خدا! تو ہمیں اس عہد کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرما

اللّٰھم اٰمین اللّٰھم اٰمین اللّٰھم اٰمین" (الفضل ۱۶ فروری ۱۹۶۰ء)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اس عہد کو پورا کرنے کی توفیق بخشے اور ہماری نسلیں قیامت تک روحانی خلافت کی عظیم الشان نعمت کی اہل بنی رہیں اور قومی لحاظ سے دائمی حیات سے ہمکنار ہوتی چلی جائیں اور ہمارا شمار ان لوگوں میں ہو جن کے حق میں یمکنن لھم دینھم الذی ارتضیٰ لھم کی بشارت ہے اور خدا کے نزدیک ہم ان لوگوں میں شمار نہ کئے جائیں جن کے لئے ومن کفر بعد ذالک فاولٰئک ھم الفاسقون کی خوفناک وعید آئی ہے۔

اٰمین یا ارحم الراحمین

-*-

کلماتِ طیّبات حضرت مسیح موعود علیہ السّلام

قدیم سے سنّت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے

تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے

کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نہایت واضح ارشادات کے ذریعہ جماعت احمدیہ میں نظامِ خلافت کے قائم ہونے کی خبر دی ہے۔ آپ نے صراحت فرمائی ہے کہ مامور من اللہ کے بعد خلافت کے نظام کا قائم ہونا ضروری ہوتا ہے کیونکہ اس کے ذریعہ اس کی بعثت کے مقاصد کی تکمیل ہوتی ہے۔ آپ نے بعثتِ مامور کو قدرتِ اولیٰ اور خلافت کو قدرتِ ثانیہ سے تعبیر فرمایا ہے اور بتایا ہے کہ آپ کے وصال کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے خلافت کا جو نظام قائم ہوگا وہ دائمی ہوگا اور اس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا۔ حضور علیہ السلام کے ارشادات ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔ (ادارہ)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :

۱۔ "چونکہ انسان کے لئے دائمی طور پر بقا نہیں لہٰذا خدا تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ رسولوں کے وجود کو جو تمام دنیا کے وجودوں سے اشرف و اولیٰ ہیں ظلّی طور پر ہمیشہ کے لئے تا قیامت قائم رکھے سو اسی غرض سے خدا تعالیٰ نے خلافت کو تجویز کیا تا دنیا کبھی اور کسی زمانہ میں برکاتِ رسالت سے محروم نہ رہے۔" (شہادت القرآن ص۵۸)

۲۔ "یہ خدا تعالیٰ کی سنّت ہے کہ جب سے کہ اس نے انسان کو زمین پر پیدا کیا ہمیشہ اس سنّت کو ظاہر کرتا رہا ہے کہ وہ اپنے نبیوں اور رسولوں کی مدد کرتا ہے اور ان کو غلبہ دیتا ہے جیسا کہ فرماتا

ہے کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَ رُسُلِیْ اور غلبہ سے مراد یہ ہے کہ جیسا کہ رسولوں اور نبیوں کا یہ منشاء ہوتا ہے کہ خدا کی حجت زمین پر پوری ہو جائے اور اس کا مقابلہ کوئی نہ کر سکے۔ اسی طرح خدا تعالےٰ قوی نشانوں کے ساتھ ان کی سچائی ظاہر کر دیتا ہے اور جس راستبازی کو وہ دنیا میں پھیلانا چاہتے ہیں اس کی تخم ریزی انہیں کے ہاتھ سے کر دیتا ہے لیکن اُس کی پوری تکمیل ان کے ہاتھ سے نہیں کرتا بلکہ ایسے وقت میں ان کو وفات دے کر جو بظاہر ایک ناکامی کا خوف اپنے ساتھ رکھتا ہے مخالفوں کو ہنسی اور ٹھٹھے اور طعن و تشنیع کا موقعہ دے دیتا ہے۔ اور جب وہ ہنسی ٹھٹھا کر چکتے ہیں تو پھر ایک دوسرا ہاتھ اپنی قدرت کا دکھاتا ہے اور ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے جن کے ذریعہ سے وہ مقاصد جو کسی قدر ناتمام رہ گئے تھے اپنے کمال کو پہنچتے ہیں۔ غرض دو قسم کی قدرت ظاہر کرتا ہے اوّل خود نبیوں کے ہاتھ سے اپنی قدرت کا ہاتھ دکھاتا ہے۔ دوسرے ایسے وقت میں جب نبی کی وفات کے بعد مشکلات کا سامنا پیدا ہو جاتا ہے اور دشمن زور میں آجاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ اب کام بگڑ گیا اور یقین کر لیتے ہیں کہ اب یہ جماعت نابود ہو جائے گی اور خود جماعت کے لوگ بھی تردّد میں پڑ جاتے ہیں اور ان کی کمریں ٹوٹ جاتی ہیں اور کئی بدقسمت مرتد ہونے کی راہیں اختیار کر لیتے ہیں۔ تب خدا دوسری مرتبہ اپنی زبردست قدرت ظاہر کرتا ہے اور گرتی ہوئی جماعت کو سنبھال لیتا ہے۔ پس وہ جو آخیر تک صبر کرتا ہے خدا تعالےٰ کے اس معجزہ کو دیکھتا ہے جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے وقت میں ہوا جبکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی موت ایک بے وقت موت سمجھی گئی اور بہت سے بادیہ نشین نادان مرتد ہو گئے اور صحابہؓ بھی مارے غم کے دیوانہ کی طرح ہو گئے۔ تب خدا تعالےٰ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو کھڑا کر کے دوبارہ اپنی قدرت کا نمونہ دکھایا اور اسلام کو نابود ہوتے ہوتے تھام لیا۔ اور اُس وعدہ کو پورا کیا جو فرمایا تھا وَلَیُمَکِّنَنَّ لَهُمْ دِیْنَهُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَهُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا یعنی خوف کے بعد پھر ہم ان کے پیر جما دیں گے۔" (الوصیۃ ص۵-۶)

۳۔ "سو اے عزیزو! جبکہ قدیم سے سنت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالےٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کر کے دکھلا دے۔ سو اب ممکن نہیں کہ خدا تعالےٰ اپنی قدیم سنت کو ترک کر دیوے۔ اس لئے تم میری اس بات سے جو میں نے تمہارے درمیان بیان کی غمگین مت ہو اور تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں کیونکہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی

دیکھنا ضروری ہے اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا اور وہ دوسری قدرت نہیں آسکتی جب تک میں نہ جاؤں۔ لیکن جب میں جاؤں گا تو خدا اس دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دے گا جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی۔ (الوصیۃ ص۶)

۴۔ دوسرا طریق انزالِ رحمت کا ارسالِ مرسلین و ائمہ و اولیاء و خلفاء ہے تا ان کی اقتداء و ہدایت سے لوگ راہ راست پر آجائیں اور ان کے نمونے پر اپنے تئیں بنا کر نجات پا جائیں۔ سو خدا تعالیٰ نے چاہا کہ اس عاجز کی اولاد کے ذریعہ سے یہ دونوں شق ظہور میں آجائیں۔" (سبز اشتہار ص۱۶ حاشیہ)

۵۔ صوفیاء نے لکھا ہے کہ جو شخص کسی شیخ یا رسول اور نبی کے بعد خلیفہ ہونے والا ہوتا ہے۔ تو سب سے پہلے خدا کی طرف سے اس کے دل میں حق ڈالا جاتا ہے۔ جب کوئی رسول یا مشائخ وفات پا جاتے ہیں تو دنیا پر ایک زلزلہ آجاتا ہے اور وہ ایک بہت ہی خطرناک وقت ہوتا ہے مگر خدا کسی خلیفہ کے ذریعے اسے مٹاتا ہے اور پھر گویا اس امر کا از سرِ نو اس خلیفہ کے ذریعہ اصلاح و استحکام ہوتا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کیوں اپنے بعد خلیفہ مقرر نہ کیا اس میں بھی یہی بھید تھا کہ آپ کو خوب علم تھا کہ اللہ تعالیٰ خود ایک خلیفہ مقرر فرمائے گا کیونکہ یہ خدا ہی کا کام ہے اور خدا کے انتخاب میں نقص نہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ایک الہام میں اللہ تعالیٰ نے ہمارا نام بھی شیخ رکھا ہے۔ اَنْتَ الشَّیْخُ الْمَسِیْحُ الَّذِیْ لَا یُضَاعُ وَقْتُہٗ

(الحکم ۱۴ اپریل ۱۹۰۸ء)

۶۔ ثُمَّ یُسَافِرُ الْمَسِیْحُ الْمَوْعُوْدُ اَوْ خَلِیْفَۃٌ مِّنْ خُلَفَائِہٖ اِلٰی اَرْضِ دِمَشْقَ (حمامۃ البشریٰ) یعنی مسیح موعود یا اس کے خلفاء میں سے کوئی خلیفہ سفر کرتا ہوا دمشق کے علاقہ میں جائے گا۔"

زندگی بخش جام

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"جو شخص میرے ہاتھ سے جام پیئے گا جو مجھے دیا گیا ہے وہ ہرگز نہیں مرے گا وہ زندگی بخش باتیں جو میں کہتا ہوں اور وہ حکمت جو میرے منہ سے نکلتی ہے اگر کوئی اَور بھی اس کی مانند کہہ سکتا ہے تو سمجھو کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں آیا۔" (ازالہ اوہام ص۲ طبع اوّل)

منظوم عربی کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

غَمَرَتْ اَيَادِی اللّٰهِ وَجْهَ رَجَائِیْ

خدا کی نعمتوں نے میری خواہشوں کے منہ کو ڈھانپ دیا ہے۔

اَللّٰهُ خَلَّاقِیْ وَمُهْجَةُ مُهْجَتِیْ　　حِبٌّ فَدَتْهُ النَّفْسُ كُلَّ فِدَاءٍ

اللہ ہی میرا خالق ہے اور وہ میری جان کی جان ہے وہ ایسا دوست ہے کہ میری جان بکلّی اس پر فدا ہو جائے

وَلَهُ التَّفَرُّدُ فِی الْمَحَامِدِ كُلِّهَا　　وَلَهُ عَلَاءٌ فَوْقَ كُلِّ عَلَاءٍ

وہ تمام صفاتِ حمد میں منفرد ہے اور اس کو تمام بلندیوں سے برتری حاصل ہے۔

فَانْهَضْ لَهُ اِنْ كُنْتَ تَعْرِفُ قَدْرَهُ　　وَاسْبِقْ بِبَذْلِ النَّفْسِ وَالْاِعْدَاءِ

اگر تو اس کی قدر جانتا ہے تو اس کی طرف دوڑ کر چل اور جان دے کر اور خوب تیاری سے آگے بڑھ

مَلَكُوْتُهُ تَبْقٰى بِقُوَّةِ ذَاتِهٖ　　وَلَهُ التَّقَدُّسُ وَالْعُلٰى بِغِنَاءٍ

اس کی بادشاہی اس کی ذات کے ساتھ قائم ہے اور اس کا تقدس اور برتری صفت بے پروائی سے ہے

غَلَبَتْ عَلٰى قَلْبِیْ مَحَبَّةُ وَجْهِهٖ　　حَتّٰى رَمَيْتُ النَّفْسَ بِالْاِلْغَاءِ

اس کے چہرے کی محبت مجھ پر یہاں تک غالب آگئی ہے کہ میں نے اپنے نفس کو مفت چھوڑ دیا ہے۔

وَاَرَى الْوِدَادَ اَنَارَ بَاطِنَ بَاطِنِیْ　　وَاَرَى التَّعَشُّقَ لَاحَ فِیْ سِيْمَائِیْ

میں دیکھتا ہوں کہ محبت الٰہی نے میرے باطن کو روشن کر دیا ہے اور اس کے عشق کے آثار میرے چہرے پر ظاہر ہو رہے ہیں

مَا بَقِیَ فِیْ قَلْبِیْ سِوَاهُ تَصَوُّرٌ　　غَمَرَتْ اَيَادِی اللّٰهِ وَجْهَ رَجَائِیْ

منظوم فارسی کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

کہ ظلِ اہلِ صفا موجبِ شفا باشد

(اہل اللہ کا سایہ شفا کا موجب ہوتا ہے)

مرو بہ بے خردی نزدِ ما بیا و نشیں
بے وقوفی سے چلا نہ جا بلکہ ہمارے پاس آ اور بیٹھ جا

کہ ظلِ اہلِ صفا موجبِ شفا باشد
کہ اہل اللہ کا سایہ شفا کا موجب ہوا کرتا ہے۔

مقیم حلقۂ ابرار باش روزے چند
کچھ دن نیکوں کے حلقہ میں آ کر ٹھہر

مگر عنایتِ قادر گرہ کشا باشد
شاید اُس قادر خدا کی مہربانی تیری گرہ کو کھول دے۔

زہے خجستہ زمانے کہ سوئے ما آئی
وہ کیسا اچھا زمانہ ہوگا جو تو ہماری طرف آئے گا

زہے نصیبِ تو گر شوق و التجا باشد
زہے قسمت اگر تجھے شوق اور آرزو پیدا ہو جائے

چہ جورہا کہ تو بر نفسِ خود کنی ہیہات
افسوس کس قدر مظالم تو اپنی جان پر کر رہا ہے۔

ہزار حیف بریں فطنت و ذکا باشد
ایسے ذہن اور سمجھ پر ہزار افسوس!

رہِ خلاص کجا باشد آں سیاہ دل را
اُس سیاہ دل انسان کو نجات کیونکر مل سکتی ہے۔

کہ با چنیں دلِ من در پئے جفا باشد
جو میرے جیسے دل والے پر ظلم کرنے کے درپے ہو

چو سیلِ دیدۂ ما ہیچ سیل و طوفاں نیست
ہماری آنکھ کے سیلاب کی طرح کا کوئی اور سیلاب نہیں

بترس ازیں کہ چنیں سیل پیش پا باشد
اس بات سے ڈر کہ کہیں یہ سیلاب تیرے سامنے ہی نہ ہو

ز آہِ زمرۂ ابدال بایدت ترسید
تجھے ابدال کی جماعت کی آہوں سے ڈرنا چاہیے

علی الخصوص اگر آہِ میرزا باشد
خصوصاً اگر میرزا کی آہ ہو۔

ہم سب پر اور ہماری نسل پر بہت سی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں

بنیادی ذمہ داری یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر اس کا حقیقی شکر ادا کریں

(سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ۱۷ ماہ اخاء ۱۳۴۸ ہش (مطابق ۱۷ اکتوبر ۱۹۶۹ء) کو مجلس خدام الاحمدیہ کے ۲۷ویں سالانہ اجتماع کا افتتاح کرتے ہوئے احباب جماعت کو ان کی بنیادی ذمہ داری کی طرف توجہ دلائی تھی۔ ذیل میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی اس بصیرت افروز افتتاحی تقریر کا ایک اہم اقتباس ہدیۂ قارئین کیا جاتا ہے (ادارہ)

دنیا میں جو دُکھ ہیں وہ بنیادی طور پر دو قسم کے ہیں۔ ایک وہ دُکھ ہیں جو انسان کے ہاتھ کے پیدا کردہ ہیں اور ایک دُکھ وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آسمان سے حوادث کے رنگ میں آتے ہیں اور وہ امتحان کے طور پر ہوتے ہیں۔ یہ امتحان تو پاک اور مقدس لوگوں کے ایمان کی پختگی کے لئے اور ان پر اپنے فضلوں کی بارش میں وسعت اور شدت پیدا کرنے کے لئے جاری رہتا ہے اور جاری رہے گا لیکن انسان کے ہاتھ سے جو یہ پاک اور مقدس لوگ دُکھ اٹھایا کرتے تھے وہ صورت پھر قائم نہیں رہتی۔ ہر انسان کی عزت کی جاتی ہے ہر انسان کا احترام ہوتا ہے۔ ہر انسان کی قدر کی جاتی ہے۔ ہر انسان کو اپنے جیسا اشرف المخلوقات کا ایک فرد سمجھا جاتا ہے۔ ہر انسان دوسرے انسان سے تعاون کرتے ہوئے اپنے اور اس کے لئے اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے قُرب کو زیادہ سے زیادہ حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ فیصلے کا وہ دن بھی آتا ہے اس کے متعلق اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:۔

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ○ (النحل: ۱۱۳)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ نقشہ کھینچا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے مومنوں کی جماعت کے لئے آخری فیصلہ ہو جاتا ہے اور اس دنیا میں بھی وہ غالب ہو جاتے ہیں اور امن اور اطمینان اور خوشی اور خوشحالی اور ہزار قسم کے سرور والی زندگی گزارنے لگ جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ان بے شمار نعمتوں کے نتیجہ میں وہ اور بھی

اس کی طرف جھکتے ہیں وہ اپنے نفس سے اور بھی خالی ہو جاتے ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں اور بھی زیادہ فانی ہو جاتے ہیں۔ وہ ہر غیر اللہ سے اور بھی زیادہ دور ہو جاتے ہیں اور خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں اور شکر کا حق ادا کرتے ہیں۔ تب ایک لمبا زمانہ ایسا آتا ہے کہ اس دنیا کا رزق بھی بڑی کش مکش کے ساتھ ان کو ملتا ہے اور ان کی زندگی امن اور اطمینان کی زندگی ہوتی ہے۔ پھر کبھی دو نسلیں کبھی چار نسلیں کبھی پانچ نسلیں اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کی پرورش یافتہ خدا تعالیٰ کے حضور جھکتی رہتی اور اس کے مزید فضلوں کو حاصل کرتی رہتی ہیں۔ پھر ایک نسل پیدا ہوتی ہے اس کے دل میں شکر کی بجائے ناشکری کے جذبات ہوتے ہیں اور وہ یہ سمجھنے لگتی ہے کہ ہمارے باپ دادا اور ہم ایسی خوبیوں کے مالک ہیں کہ اللہ تعالیٰ بھی اس بات پر مجبور ہوا کہ وہ ہماری عزت کرے۔ اللہ تعالیٰ بھی مجبور ہوا کہ وہ ہمیں مال دے، وہ ہمیں اقتدار دے، وہ ہمیں عزت دے اور وجاہت دے، عاجزانہ راہوں کو چھوڑ کر متکبرانہ اور مغرورانہ راہوں کو اختیار کرتے ہیں۔ تب اللہ تعالیٰ یہ دیکھتا ہے کہ ان کی ناشکری اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناقدری انتہا کو پہنچ گئی اور وہ جو سمجھ رکھتے تھے۔ وہ جو روحانیت کے نور میں زندگی گزار رہے تھے۔ ان کی آواز کو یہ سن نہیں رہے۔ تب ایک دوسرا فیصلہ آسمان سے نازل ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ۔ ایسی بستی کو، ایسی قوم کو ایسی جماعت کو اللہ تعالیٰ سکون اور آرام اور خوشی اور اطمینان کے لباس کی بجائے بھوک اور بے اطمینانی اور خوف کی چادر پہناتا اور ذلت کا مزہ چکھاتا ہے۔ تب انکو کہتا ہے دیکھو تمہارے باپ دادا نے میرے فضلوں کو پایا اور انہوں نے اپنی قوتوں اور قابلیتوں کو اس رنگ میں استعمال کیا کہ میرے مادی اسباب دنیا کے فائدہ کے لئے ان کی روحانی ارتقاء کے لئے کام آئے۔ کتنا لمبا عرصہ میں نے ان سے پیار کا سلوک کیا۔ کتنی بے شمار نعمتیں میں نے ان کو دیں۔ ایک لمحہ بھی وہ میری محبت کی نگاہ سے محروم نہیں ہوئے کیونکہ مجھ پر نہ نیند آتی ہے نہ اونگھ اور ایک ذرہ بھی ان کے جسم کا اور ایک پہلو بھی ان کی روح کا مجھ سے دور نہیں ہوا۔ ان کا ہر زاویہ جو تھا ہر رنگ جو تھا وہ میری طرف اور میرے رنگ سے رنگین تھا۔ ایک کے بعد دوسری نسل نے میری محبت کی شان اور میری محبت کے جلوے اس طرح دیکھے کہ انسانی عقل حیران رہ جاتی ہے۔ لیکن تم ناشکرے پیدا ہوئے کہ تم ان تمام نعمتوں کو بھول گئے اور ناشکری کی راہوں کو تم نے اختیار کیا اور اب میں تمہیں دوسرا جلوہ جو میرے قہر اور غضب اور غصہ کا جلوہ ہے دکھاتا ہوں تم دنیا میں اگر کوئی چیز حاصل کر سکتے ہو جس کے نتیجہ میں خوشحالی اور آرام ملے تو وہ میری رضا اور مرضی کے بغیر حاصل نہیں کر سکتے۔ اب میں تمہارے لئے یہ فیصلہ کرتا ہوں کہ تم سے دنیا کی عزتیں، دنیا کے اموال، دنیا کی عقلیں اور وجاہتیں اور دنیا میں انسان کی سی زندگی بسر کرنے والے اخلاق اور دنیا میں ان راہوں کو اختیار کرنے کی طاقتیں جو خدا تعالیٰ کی طرف لے جانے والی ہیں یہ ساری چیزیں چھین لیتا ہوں اور اب تم جسمانی اور روحانی بھوک اور اس دنیا اور اس دنیا

کے خوف میں اپنی زندگی بسر کرو گے۔ ہمیں یہ جلوہ بھی نظر آتا ہے۔

غرض اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے جو انعامات تم پر کئے ہیں تم نے انعامات کی ناشکری نہیں کرنی۔ جب تک تم شکرگزار بندے بنے رہو گے مزید نعمتیں لو، مزید فضل تمہیں حاصل ہوتے رہیں گے۔ اور بھی بہت سی آیات ہیں جو اس مفہوم کو ادا کرتی ہیں اور یہ جو کچھ میں نے بیان کیا ہے یہ تمہید کے طور پر ہے اس کے نتیجہ میں ہماری ہر نسل پر جو عمر کے لحاظ سے بڑوں سے تعلق رکھتی ہے اور وہ بھی جو چھوٹوں سے تعلق رکھتی ہے، مرد بھی اور عورتیں بھی ہم سب پر ہماری ہر نسل پر بہت سی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ بنیادی طور پر تو ایک ہی ذمہ داری ہے کہ جب اللہ تعالیٰ انسان پر فضل کرے اور اسے اپنی بے شمار نعمتوں سے نوازے (اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہی فضل کرتا اور ہمیشہ ہی اپنی بے شمار نعمتوں سے اپنے عاجز بندوں کو نوازتا رہتا ہے) تو اس کا یہ فرض ہے کہ ان نعمتوں کا صحیح استعمال کرے۔ ان نعمتوں اور فضلوں میں سے ایک نعمت اور ایک فضل ہماری جسمانی، ذہنی، اخلاقی اور روحانی قوتیں ہیں پس جہاں تک ان قوتوں اور استعدادوں کا تعلق ہے ہم پر لازم آتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے شکرگزار بندے بنتے ہوئے ان کی صحیح نشو و نما کریں اور اس نشو و نما کو کمال تک پہنچائیں یعنی جتنی طاقت اور جتنی قوت اس نے ہمیں دی وہ جس حد تک اپنے کمال کو پہنچ سکتی ہے اس حد تک اسے پہنچائیں۔ ہر ایک آدمی کا دائرہ استعداد علیحدہ علیحدہ ہے۔ لیکن ہر فرد واحد کا جو دائرہ استعداد ہے اس کے اندر جن رفعتوں تک پہنچنا اللہ تعالیٰ نے ممکن بنایا ہے ان رفعتوں تک وہ اپنی کوشش اور تدبیر اور دعا جو اللہ تعالیٰ کے فضل کو جذب کرنے والی ہے کے ذریعہ پہنچے۔ یہ ہمارا فرض ہے اور اس فرض کی طرف ہمیں متوجہ ہونا چاہیئے۔ یہ فرض صرف بڑی نسل کا نہیں بلکہ یہ فرض ان پر بھی عائد ہوتا ہے جو نئے نئے احمدیت میں داخل ہوتے ہیں اور ان پر بھی یہ فرض عائد ہوتا ہے جو احمدیت کے گھر میں پیدا ہوئے اور انہوں نے نئے سرے (کیونکہ نئے افراد ہیں) سے اپنی جسمانی اور ذہنی اور اخلاقی اور روحانی قوتوں کی نشو و نما کرنی ہے اور اس نشو و نما کو اس کے کمال تک پہنچانا ہے۔"

(الفضل ۷ ستمبر ۱۹۶۹ء)

مجاہدہ کرو تاکہ خدا کی راہیں تم پر کھلیں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا جو لوگ ہم میں ہو کر مجاہدہ کرتے ہیں ہم ان پر اپنی راہیں کھول دیتے ہیں۔ غرض مجاہدہ کرو اور خدا میں ہو کر کرو تا خدا کی راہیں تم پر کھلیں۔" (ملفوظات جلد دوم صفحہ ۲۱)

خلافت اور مجدّدیت

مکرم مولوی دوست محمد صاحب شاہد ربوہ

ہمارے آقا و مولا خاتم الانبیاء امام الاصفیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم جیسا کہ حضور کے فرزندِ جلیل حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لیکچر سیالکوٹ میں فرمایا ہے آپ کے آفتاب روحانیت کی کرنوں سے نہ صرف ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی پیدا ہوئے جو ہیں سے ہزار ہا مجدد شریعت موسوی تھے بلکہ آپ کی برکت سے آیت استخلاف کے عین مطابق خلافت راشدہ کا آسمانی نظام بھی جاری ہوا۔ خلافتِ راشدہ کا نظام دراصل عہدِ نبوت ہی کی دوسری شکل ہے اور جس کے اندر نبوت محمدیہ میں جلوہ گر مجددیت کے سب انوار و برکات پوری شانِ جامعیت کے ساتھ منعکس ہوتے ہیں چنانچہ حضرت مسیح محمدی علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"خلیفہ کے معنی جانشین کے ہیں جو تجدیدِ دین کرے۔" (ملفوظات جلد ۴ صفحہ ۳۸۳)

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مشہور عالم حدیث ہے کہ اللہ تعالےٰ جب تک چاہے گا تم میں دورِ نبوت قائم رکھے گا بعد ازاں منہاجِ نبوت پر خلافت کاملہ کا قیام ہوگا (مشکوٰۃ مجتبائی صفحہ ۴۶۱) اس پیشگوئی میں حضور نے ایک نہایت اہم اور نہایت لطیف نکتہ کی نشان دہی فرمائی ہے جس سے مقام خلافت کا حقیقی تصور ہمارے سامنے آجاتا ہے۔ یہاں متن حدیث میں تکون خلافۃ کے الفاظ ہیں جن کے متعلق محدّثِ اسلام فقیہہ عصر حضرت ملّا علی القاری نے اپنی تحقیق یہ بتائی ہے کہ بعض صحیح اور قدیم نسخوں میں خلافۃ کی بجائے خلافۃ بھی لکھا ہے آپ فرماتے ہیں کہ اس صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ ثُمَّ تَتَقَلَّبُ النُّبُوَّۃُ خِلَافَۃً یعنی پھر نبوتِ محمدیہ خلافت کی صورت اختیار کرلے گی اور منہاج النبوۃ کا مطلب یہ ہے کہ ای علیٰ طریقتها الصوریۃ والمعنویۃ کہ خلافت راشدہ صوری اور معنوی دونوں اعتبار سے نبوت ہی کے طریق پر ہوگی (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۵ صفحہ ۱۳۱، ۱۳۲) اور نبوت بھی کونسی؟ نبوتِ محمدیہ (النبوۃ)۔

سلہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۵ صفحہ ۱۳۱، ۱۳۲۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔ "رسول کریم صلے اللہ علیہ سلم سے پہلے انبیاء کی خلافت خواہ وہ خلافت نبوت ہو یا خلافت ملوکیت ناقص تھی۔ (خلافت راشدہ صفحہ ۲۲۵)

بالفاظ دیگر خلفاء راشدین کی راہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی راہ ہوگی اور وہ آنحضرتؐ ہی کی معنوی اور روحانی آنکھوں سے دیکھیں گے اور آپؐ ہی کے دماغ سے دنیا کی راہ نمائی کریں گے، زبان ان کی ہوگی مگر بلا واسطہ خاتم الانبیاء کا ہوگا اور خواہ زمان و مکان کا کتنا ہی لمبا فاصلہ ہو جائے خلفاء کے مقدس وجودوں سے زمانہ نبوی پھر پلٹ آئے گا اور دنیا ان کو دیکھ کر نبیوں کے سردار، رسولوں کے فخر اور مرسلوں کے تاج حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے جلال اور جمال اور حسن و احسان کا مشاہدہ کر کے حضورؐ کے خدا نما چہرہ مبارک کی قیامت تک زیارت کر لیا کرے گی۔

اسی لئے قرآن مجید نے اللہ کے ارضی و سماوی نور کی مثال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارک میں فروزاں وحیٔ ربانی کے چراغ سے دی ہے اور اس چراغ محمدی کا زجاجہ یعنی ریفلیکٹر خلافت راشدہ کو قرار دیا ہے (النور ع ۵) نیز حضورؐ نے اپنی امت کے ایک ایک فرد کو تاکیدی وصیت فرمائی ہے

فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَ سُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ

(مسند احمد بن حنبل جلد ۴ ص۱۲۷)

یعنی اے میری غلامی کا دم بھرنے والو! سنو!! ہمیشہ میری اور میرے بعد آنے والے خلفاء کی سنت پر کاربند رہنا جو راشد بھی ہوں گے اور مہدی بھی! پس خلفاء کی سنت درحقیقت مصطفیٰؐ کی سنت ہے جس کو بنیاد تسلیم کئے بغیر کوئی طریق اسلامی قرار نہیں دیا جا سکتا۔ حضرت سیدنا المصلح الموعودؓ سورۃ نور آیت ۶۴ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:۔

"جب بھی تمہارے کانوں میں خدا تعالیٰ کے رسول کی آواز آئے تم فوراً اس پر لبیک کہو ..... بلکہ اگر انسان اس وقت نماز پڑھ رہا ہو تب بھی اس کا فرض ہوتا ہے کہ وہ نماز توڑ کر خدا تعالیٰ کے رسول کی آواز کا جواب دے ...... یہی حکم اپنے درجہ کے مطابق خلیفہ رسول اللہ پر بھی چسپاں ہوتا ہے۔" (تفسیر کبیر النور ص۴۰۹)

نیز سیدنا حضرت المصلح الموعودؓ مزید فرماتے ہیں:۔

"خلیفہ کی اطاعت اس لئے کی جاتی ہے کہ وہ تنفیذِ وحیٔ الٰہی اور تمام نظام کا مرکز ہے۔" (الفضل ۱۷ فروری ۱۹۳۵ء ص۴)

اسی ضمن میں حضرت مصلح موعودؓ یہ بھی تحریر فرماتے ہیں:۔

"انفرادی رنگ میں بے شک کوئی ترقی کرے مگر خلافت کے نظام کی موجودگی میں ولایت کا دعوے جھوٹا ہے۔ اصلاحِ نفس کے لئے کسی ولی کی ضرورت نہیں جبکہ

خلیفہ جماعت میں موجود ہو۔" (غیر مطبوعہ ۱۷ ستمبر ۱۹۵۳ء)

خاتم الخلفاء حضرت مسیح موعودؑ نے خلیفہ راشد اور امام الزمان کی عظمت و شان بیان کرتے ہوئے یہاں تک فرمایا ہے کہ:۔

"وہ روحانی طور پر محمدی فوجوں کا سپہ سالار ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ کا ارادہ ہوتا ہے کہ اس کے ہاتھ پر دین کی دوبارہ فتح کرے۔"

(ضرورت الامام صفحہ ۷)

یہ محمدی فوجیں مومنوں، ولیوں، اقطاب، غوث، ابدال، بلکہ مجدّدوں کی روحانی فوجیں ہوتی ہیں جو خلیفہ راشد کے جھنڈے کے نیچے آتی ہیں اور جن کی باگ ڈور بھی اسی کے مقدس ہاتھ میں ہوتی ہے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کتنا عالی مرتبہ رکھتے تھے۔ آنحضرتؐ نے اپنی زبانِ مبارک سے ان کو ہدایت دینے والے ستاروں سے تشبیہ دی اور حضرت مسیح پاکؑ نے نجم الہدےٰ" میں ان کے تجدید دین کی سنہری اور ناقابلِ فراموش خدمات اور بلند پایہ کارناموں پر روشنی ڈالی اور "سر الخلافہ" میں ان کی شانِ مجددیت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔

اولٰئک حزبُ اللّٰہِ حفّاظُ دینہٖ (صفحہ ۵۷)

یہ لوگ (صحابہؓ) دینِ خدا کے محافظ اور خدا کے لشکر ہیں۔

ایک اور مقام پر فرمایا:۔

ان الصحابۃ کلّھم کذکاءٍ — قد نوّرُوا وجہ الورٰی بضیاءٍ (ص۲۶)

تمام صحابہؓ سورج تھے جنہوں نے دنیا کا چہرہ اسلام کی روشنی سے منور کر دیا۔

یہ تھی ہزاروں ہزار بے نظیر مجددوں کی فوج جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے تابع فرمان تھی اور جس طرح نبض کی حرکت تنفس کی پیروی کرتی ہے اسی طرح یہ فوج صدیق اکبرؓ کے اشارے پر اپنی جانیں چھڑکتی تھی۔

صحابہ کرام رضوان علیہم اجمعین کی یہ بے مثال اطاعت و فرمانبرداری دراصل آیت استخلاف کی بناء پر تھی جس میں خلافت کے عظیم منصب سے تعلق تین واضح حقیقتوں کا نمایاں تذکرہ ہے۔

اوّل یہ کہ خلیفہ خدا بناتا ہے (لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ) جس کا فیصلہ کن ثبوت یہ بھی ہے کہ خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمانؓ کو ہدایت فرمائی کہ خدا تمہیں ایک قمیص پہنائے گا منافق اسے اتارنا چاہیں گے لیکن تم اسے ہرگز نہ اتارنا (ترمذی مصری جلد ۲ صفحہ ۲۹۶) چنانچہ اس الٰہی رسالہ

بوڑھے مگر غیور اور بہادر خلیفہ نے اپنا خون خلافت کی حفاظت میں دے دیا مگر اس قبا کا دامن نہیں چھوڑا جو خدائے ذوالعرش نے اس کے کندھوں پر ڈالی تھی

دوسری حقیقت آیت استخلاف سے یہ معلوم ہوتی ہے کہ كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ کے مطابق مجددیت یعنی تجدید دین کے فرائض تو امتِ مسلمہ کے دوسرے افراد بھی ادا کریں گے مگر تمکین دین صرف اور صرف خلافتِ راشدہ سے وابستہ رہے گی (وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمْ) چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے پہلے خطبہ خلافت میں فرمایا۔

قَدِ اسْتَخْلَفَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ خَلِيفَةً لِيَجْمَعَ بِهِ أُلْفَتَكُمْ وَيُقِيمَ بِهِ كَلِمَتَكُمْ (دائرۃ المعارف جلد ۳ صفحہ ۷۵۸)

یعنی اللہ نے تم پر خود خلیفہ مقرر فرمایا ہے تاکہ تم میں الفت کو بڑھائے اور تمہارے کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو (دنیا بھر میں) قائم کرے

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ایک بار جہاد کے لئے مدینۃ النبی سے باہر تشریف لے جانے لگے تو شیرِ خدا حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کی

فَوَاللّٰهِ لَئِنْ فُجِعْنَا بِكَ لَا يَكُونُ لِلْإِسْلَامِ نِظَامٌ أَبَدًا (تاریخ الخلفاء للسیوطی صلہ)

اگر آپ شہید ہو گئے تو خدا کی قسم اسلامی نظام کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو جائے گا۔

آیت استخلاف میں تیسری حقیقت یہ بیان کی گئی ہے کہ مصائب کے زلازل اور حوادث کی آندھیوں میں فتح یابی اور برکتوں کے دروازے خلفاء ہی کے طفیل کھولے جاتے ہیں (وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا) حضرت مہدی معہود علیہ السلام نے (الوصیۃ) میں اس حقیقت کے ثبوت میں خاص طور پر خلافت صدیقی کو پیش فرمایا ہے۔

ابتداء میں خلافتِ راشدہ کا یہ عالمگیر نظام جو صحیح معنوں میں لا شرقیۃ ولا غربیۃ کا مصداق تھا صرف تیس برس تک جاری رہا تاہم خدا تعالیٰ نے حفاظت اسلام کا فرض اپنے ذمہ لیتے ہوئے شروع سے یہ وعدہ فرمایا تُؤْتِي أُكُلَهَا كُلَّ حِينٍ (ابراہیم رکوع ۴) یعنی اسلام کا شجرہ طیبہ ہمیشہ اور ہر آن تازہ پھل دیتا چلا جائے گا چنانچہ اس بشارت کے مطابق دین محمد کو تر و تازہ کرنے اور اس کی تجدید کرنے کے لئے امت میں بے شمار اولیاء اور مجدد پیدا ہوئے جیسا کہ حضرت مسیح پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

"ہمارے سید و مولیٰ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے آج تک ہر صدی میں ایسے باخدا لوگ ہوتے رہے ہیں جن کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ غیر قوموں کو آسمانی نشان دکھلا

کہ ان کو ہدایت دیتا رہا ہے ...... اور ان لوگوں کا ہزارہا تک عدد پہنچا ہے۔"
(کتاب البریہ صفحہ ۶۷)

"درمیانی زمانہ کے صلحاء امتِ محمدیہ بھی باوجود طوفان بدعات کے ایک دریائے عظیم کی طرح ہیں۔"
(تحفہ گولڑویہ صفحہ ۸۱)

پھر آپؑ حضرت مسیح ابن مریم کو "چودھویں صدی کا اسرائیلی مجدد" (مسیح ہندوستان میں ص۲۹) قرار دے کر تحریر فرماتے ہیں:-

"اس پوشیدہ طاقت سے وہ بالکل بے خبر ہیں جس کے قبضۂ قدرت میں یہ بات داخل ہے کہ اگر چاہے تو ایک دم میں ہزار مسیح بن مریم بلکہ اس سے بہتر پیدا کر دے چنانچہ اس نے ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو پیدا کر کے ایسا ہی کیا۔" (چشمہ معرفت ص۲۹۸-۲۹۹)

؎ صد ہزاراں یوسفے بینم دریں چاہِ ذقن ÷ وال مسیح ناصری شد از دم اُو بے شمار

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ بتایا گیا کہ

اِنَّ لِلّٰہِ رِیْحًا یَبْعَثُھَا عَلٰی رَأْسِ مِأَۃِ سَنَۃٍ تَقْبِضُ رُوْحَ کُلِّ مُؤْمِنٍ۔
(ابن عساکر و الحاکم بحوالہ حجج الکرامہ ص۱۳۵)

کہ اللہ تعالےٰ ہر صدی کے سر پر ایک ایسی ہوا بھیجے گا جو ہر مومن کی روح قبض کرے گی۔ اس لرزہ بر اندام کر دینے والی خبر سے آنحضور کا متشوش ہونا طبعی امر تھا جس پر اللہ تعالےٰ کی طرف سے یہ بھاری بشارت ملی کہ ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی رأس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا (ابوداؤد، مستدرک بیہقی بحوالہ حجج الکرامہ صفحہ ۱۳۳) یعنی یہ نہیں ہوگا کہ اسلام کے شیریں ثمرات صدی کے دوران تو کثرت پیدا ہوں مگر ہر صدی کا سر ان سے خالی رہے نہیں ہرگز نہیں۔ اللہ تعالےٰ ہر صدی کے سر پر بھی امت محمدیہ کی خیر و برکت کے لئے ایسے لوگ ضرور بھیجتا رہے گا جو اس کے دین کی تجدید کرتے رہیں گے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اسی فلسفہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"ایک سو سال کے گزرنے تک پہلے علم والے گزر جاتے ہیں اور اپنی باتیں اپنے ساتھ قبر میں لے جاتے ہیں۔ اگر نئے علوم پھر خدا نہ بتلاوے تو حق کیسے قائم رہے چونکہ علم میں فرق آجاتا ہے اس لئے آسمان پر ایک نئی بنیاد ڈالی جاتی ہے۔"
(ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۴۵۷ حاشیہ)

پھر ارشاد فرماتے ہیں:-

"ہر صدی اس امر کی منتظر ہوتی ہے کہ اس امت میں سے چند افراد یا کوئی ایک فرد ضرور خدا تعالیٰ کی ہمکلامی سے مشرف ہوں گے جو اسلام پر سے گرد و غبار کو دور کر کے پھر اسلام کے روشن چہرے کو چمکا کر دکھایا کریں۔" (ایضاً صفحہ ۳۲۵)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس نظریہ کو کہ ہر صدی کے سر پر چند افراد یا کوئی ایک فرد ضرور مکالمہ الٰہیہ سے مشرف ہوگا سلف صالحین مثلاً شیخ عبدالرؤف مناوی رح۔ حضرت علامہ سیوطی رح۔ حضرت الشیخ محمد بن السید درویش (حجج الکرامہ صفحہ ۱۳۱) اسنی المطالب فی احادیث مختلفۃ المراتب صفحہ ۷۱) اور دوسرے بزرگوں نے بھی تسلیم کیا ہے بلکہ "شرح شفا" میں تو ان سے اکابر کی جماعت مراد لی گئی ہے۔ اور پہلی صدی کے متعلق لکھا ہے کہ اس وقت حضرت عمر بن عبدالعزیز کے علاوہ بھی بے شمار فقہا و محدثین مجدد موجود تھے۔ (حجج الکرامہ صفحہ ۱۴۰) نواب صدیق حسن قنوجی نے اپنی کتاب حجج الکرامہ میں تفصیل سے بتایا ہے کہ کس طرح ہر صدی کے سر پر ایک ہی وقت میں مختلف علاقوں میں کئی کئی مجدد ہوتے رہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے پیشتر تیرھویں صدی میں بریلی میں حضرت سید احمد بریلوی حضرت شاہ اسمٰعیل رح دہلی میں حضرت شاہ عبدالعزیز رح۔ حضرت شاہ رفیع الدین رح۔ حضرت شاہ عبدالقادر رح۔ سرحد میں حضرت پیر کوٹھے شریف والے اور نائیجیریا میں حضرت عثمان فوڈیو مجدد ہوئے۔

بایں ہمہ یہ صداقت ایک فولادی چٹان کی طرح اپنی جگہ پر قائم ہے کہ صدی کے سر پر آنے والے مجدد ہوں یا وسط میں ان میں اصطلاحاً کوئی بھی مامور نہیں تھا اور سوائے ان معدودے چند مجددوں کے جن کے زمانہ میں عمل کے علاوہ عقائد میں بھی بگاڑ واقع ہو چکا تھا اور انہیں الہاماً کھڑا کیا گیا تھا کسی نے مجدد ہونے کا ہرگز دعوےٰ نہیں کیا جیسا کہ حضرت سیدنا المصلح الموعود رضی اللہ عنہ نے ۱۹ اپریل ۱۹۴۴ء کی مجلس علم و عرفان میں وضاحت فرمائی تھی (الفضل ۳ مئی ۱۹۴۴ء صفحہ ۳)

پھر ان بزرگوں میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں تھا جس کی مجددیت کا سکہ خلافت راشدہ کی طرح پوری دنیا پر چلتا ہو۔ ان میں سے ہر ایک مجدد صرف اپنے زمانہ اور اپنے علاقہ کے لئے تھا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کی سنت مبارکہ ہی کی تجدید کے لئے مبعوث ہوا تھا اور ان کی مثال حضرت سیدنا المصلح الموعود رض کے الفاظ میں خلافت راشدہ کے مقابل "نمبرہ ارکی سی ہوتی" تھی (الفضل ۲ نومبر ۱۹۴۴ء صفحہ ۲)

اس بناء پر بلا مبالغہ کہا جاسکتا ہے کہ امت محمدیہ کے ان بے شمار جلیل القدر مجددوں کو اگر صدیوں اور قرنوں پیچھے سے جا کر خلافت راشدہ کے مبارک دور میں رکھ دیا جاتا تو وہ سب دوسرے صحابہ رض کے دوش بدوش خلفائے راشدین ہی کی غلامی میں تجدید دین کی خدمات بجا لاتے اور شمع خلافت پر پروانوں کی طرح قربان ہو جانے کو اپنے لئے فخر و سعادت سمجھتے۔

خلاصہ یہ کہ اسلام میں اشاعت قرآن اور تجدید دین کی خدمات بجا لانے والے سرفروش مجاہدین ومبشرین خدائی وعدہ کے مطابق ہمیشہ ہزاروں لاکھوں بلکہ کروڑوں رہے ہیں اور ہمیشہ رہیں گے مگر مجددوں کی اس روحانی فوج ظفر موج کے سپہ سالار یقینی طور پر خلفاء راشدین ہی ہوتے ہیں اور خلفاء راشدین کے سربراہ مجدد اعظم خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں جن کے فیض سے نبوت خلافت اور مجددیت کے آفتاب و ماہتاب طلوع ہوئے اور ہو رہے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کیا خوب فرمایا ہے ؎

آفتاب و مہ چہ ے مانند بدو ❊ در دلش از نور حق صد نیرے

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مقابل چاند اور سورج کو نسبت ہی کیا ہے۔ آپؐ کے دل میں تو خدائی نور کے سینکڑوں سورج روشن ہیں۔ اللھم صل علی محمد و علیٰ خلفاء محمد و بارک و سلم انک حمید مجید۔

اب آخر میں صرف یہ عرض کرنا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی اسی لطیف حدیث میں جس کا ذکر عاجز نے بالکل ابتداء میں کیا ہے۔ یہ عظیم الشان اور دلوں کو گرما دینے والی خوشخبری بھی دی تھی کہ ملوکیت اور جبریت کے ہزار سالہ دور کے بعد مسیح موعود مہدی معہود کے ذریعہ خلافت علی منہاج نبوت کا ایک بار پھر پوری آب و تاب اور شان و شوکت سے ظہور ہوگا (مشکوٰۃ مجتبائی صفحہ ۴۶۱) اور چونکہ خدا نے ازل سے مقدر کر رکھا تھا کہ آخری زمانہ میں اسلام اور قرآن اور خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی روحانی اور عالمگیر اور دائمی حکومت دنیا میں قائم کی جائے گی۔ اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو واضح اور کھلے لفظوں میں بتا دیا گیا کہ اب خلافت علی منہاج نبوت کا بابرکت نظام "دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا۔" (الوصیت صفحہ ۷)

علاوہ ازیں آپ پر یہ عظیم انکشاف بھی کیا گیا کہ اس کے دور ثانی میں اکتوبر ۱۹۰۳ء سے ابھی تیسری صدی پوری نہ ہوگی کہ اسلام حجت اور برہان کی رو سے سب پر غالب آ جائے گا اور

"یہ غلبہ ہمیشہ رہے گا یہاں تک کہ قیامت آ جائے گی۔"

(تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۶۴/۶۵)

چنانچہ حضور علیہ السلام نے اپنی وفات سے چند روز قبل اپنے قلم مبارک سے لکھا۔

"مجھے خبر دی گئی ہے کہ .... آخر اسلام کو فتح ہے۔ میں زمین کی باتیں نہیں کہتا کیونکہ میں زمین سے نہیں ہوں بلکہ میں وہی کہتا ہوں جو خدا نے میرے

منہ میں ڈالا ہے .... زمین پر کوئی بات ظہور میں نہیں آتی جب تک وہ بات آسمان پر قرار نہ پائے۔ سو آسمان کا خدا مجھے بتلاتا ہے کہ آخر اسلام کا مذہب دلوں کو فتح کرے گا۔" (پیغام صلح صفحہ ۳۲)

سو اک بڑی مدت سے دیں کو کفر تھا کھاتا رہا ٭ اب یقیں سمجھو کہ آئے کفر کے کھانے کے دن
دیں کی نصرت کے لئے اک آسماں پر شور ہے ٭ اب گیا وقتِ خزاں آئے ہیں پھل لانے کے دن

اسلام کی اصل جڑ توحید ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"اسلام کی اصل جڑ توحید ہے۔ یعنی خدا تعالیٰ کے سوا کوئی چیز انسان کے اندر نہ ہو اور یہ خدا اور اس کے رسولوں پر طعن کرنے والا نہ ہو خواہ کوئی بلا اور مصیبت اس پر آئے، کوئی دُکھ یا تکلیف یہ اٹھائے مگر اس کے منہ سے شکایت نہ نکلے۔ بلا جو انسان پر آتی ہے وہ اس کے نفس کی وجہ سے آتی ہے۔ خدا تعالیٰ ظلم نہیں کرتا۔ ہاں کبھی کبھی صادقوں پر بھی بلا آتی ہے مگر دوسرے لوگ اسے بلا سمجھتے ہیں، درحقیقت وہ بلا نہیں ہوتی۔ وہ ایلام برنگِ انعام ہوتا ہے۔ اس سے خدا تعالیٰ کے ساتھ ان کا تعلق بڑھتا ہے اور ان کا مقام بلند ہوتا ہے اس کو دوسرے لوگ سمجھ ہی نہیں سکتے۔ لیکن جن لوگوں کو خدا تعالیٰ سے تعلق نہیں ہوتا اور ان کی شامتِ اعمال ان پر کوئی بلا لاتی ہے تو وہ اور بھی گمراہ ہوتے ہیں۔ ایسے ہی لوگوں کے لئے فرمایا ہے۔ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا۔ پس ہمیشہ ڈرتے رہو اور خدا تعالیٰ سے اس کا فضل طلب کرو تا ایسا نہ ہو کہ تم خدا تعالیٰ سے قطع تعلق کرنے والوں میں ہو جاؤ"

(ملفوظات جلد نہم صفحہ ۱۱۱)

حضرت مصلح موعودؓ کے کارنامے

(از مکرم اخوند فیاض احمد صاحب لاہور)

"خدا نے یہ کہا تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں موت کے پنجہ سے نجات پاویں اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں اور تا دینِ اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو اور تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آجائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے۔ اور تا لوگ سمجھیں کہ مَیں قادر ہوں جو چاہتا ہوں سو کرتا ہوں اور تا وہ یقین لائیں کہ مَیں تیرے ساتھ ہوں اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے اور خدا اور خدا کے دین اور اس کی کتاب اور اس کے پاک رسول محمد مصطفیٰؐ کو انکار اور تکذیب کی راہ سے دیکھتے ہیں ایک کھلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔"

(اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کارنامے بعینہٖ وہی ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات اور مصلح موعودؓ کے بارے میں حضورؑ کی تمام تحریرات میں بطور مصلح موعودؓ کی علامات اور نشانیوں کے درج ہیں۔ انہی الہامات میں سے ایک نہایت پُرشوکت عبارت او پر درج کی گئی ہے۔ یہ الہامی عبارت پیشگوئی مصلح موعودؓ کے مقاصد پر مشتمل ہے۔ یہ سات الہامی فقرے گویا نچوڑ یا خلاصہ ہیں ان تمام پیشگوئیوں کا جو حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے بارہ میں اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر کی گئی ہیں اور اس لئے یہ ایک انڈیکس INDEX ہیں آپؓ کے تمام کارناموں اور سیرت و سوانح کا۔

حدیث میں ہے کہ جب حضرت اُم المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک مرتبہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپؓ نے فرمایا۔

كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآن

یعنی قرآن مجید میں جو تعلیمات ہیں وہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و شمائل تھے اور قرآن مجید کی پیشگوئیاں

ہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کارنامے تھے کیونکہ وہ پیشگوئیاں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ پوری ہوئیں۔

پس اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں درج الہامی پیشگوئیاں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی المصلح الموعود رضؓ کے بارے میں تمام تحریرات وملفوظات کے عین مطابق ہی ہم حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے تمام سیرت وسوانح کو پاتے ہیں۔ ان سے کم ہرگز نہیں۔

اس عاجز کے نزدیک ہمارا فرض ہے کہ ہم حضرت مصلح موعود رضؓ کے کارناموں کا تذکرہ محض بطور کسی علمی یا تاریخی مضمون کے نہ کریں بلکہ یہ امر ہمیشہ اپنے مدِ نظر رکھیں کہ حضور کی ساری زندگی بالخصوص جماعت احمدیہ اور بالعموم تمام بنی نوع انسان کی فلاح اور بہبود کے کاموں میں گزری۔ اس لئے حضور رضؓ کی سیرت یا حضور کے کارناموں کے ضمن میں درحقیقت ہم ایک دوسرے کے سامنے یا اپنی آئندہ نسلوں کے سامنے حضور رضؓ کے ان احسانات کا ذکر کریں گے جن کے نتیجہ میں ہزاروں بلکہ لاکھوں روحانی مُردے زندہ ہو گئے۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل، آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خاص برکت اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعاؤں اور تضرعات کے نتیجہ میں حضرت مصلح موعود رضؓ کو جو قوتِ قدسیہ اور عظیم الشان طاقتیں عطا ہوئی تھیں چاہیئے کہ ان کے تذکرہ سے ہم اپنے ایمانوں کو تازہ کرتے چلے جائیں وما توفیقی الّا باللہ

حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ مدظلہا العالی حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی سیرت و سوانح کے بارے میں کیا خوب فرماتی ہیں ؎

ذاتِ باری کی رضا ہر دم رہی پیشِ نظر ✣ خَلق کی پروا نہ کی خدمت سے منہ موڑا نہیں
چیر کر سینے پہاڑوں کے قدم اس کے بڑھے ✣ سینہ کوبی پر ہوئے مجبور اعدائے لعیں
دشمنوں کے وار چھاتی پر لئے مردانہ وار ✣ پُشت پر ڈستے رہے ہر وقت مارِ آستیں
ایسی باتیں جن سے پھٹ جاتا ہے پتھر کا جگر ✣ صبر سے سنتا رہا ماتھے پہ بل آیا نہیں
کوئی پوچھے کس گناہ کی اس کو ملتی تھی سزا! ✣ کس خطا پر تیر برسائے ! گروہ ظالمیں!
"گریۂ یعقوب" نصف شب خدا کے سامنے ✣ "صبر ایوبی" برائے خلق باخندہ جبیں
صرف کر ڈالیں خدا کی راہ میں سب طاقتیں ✣ جان کی بازی لگا دی قول پر ہارا نہیں

اگر ہم غور کریں تو بائبل کی پیشگوئی، خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کہ مسیح موعودؑ خاص شادی کرے گا اور اس کو خاص اولاد بخشی جائے گی۔ پھر گزشتہ چودہ سو برس میں صلحائے امت کی پیشگوئیاں اور بالآخر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات وپیشگوئیاں جن میں مصلح موعود رضؓ کی نشان دہی کی گئی یہ تمام

امور زندہ شہادت ہیں اس امر پر کہ مصلح موعود رضؓ کے ذریعہ دنیا میں نہایت عظیم الشان کارنامے انجام پانے مقدر تھے انہی عظیم الشان کارناموں اور مصلح موعود رضؓ کے ذریعہ دنیا میں پیدا ہونے والے انقلابات کی طرف اشارہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی منظوم پیشگوئی میں بھی پایا جاتا ہے ؎

بشارت دی کہ اک بیٹا ہے تیرا ✣ جو ہوگا ایک دن محبوب میرا
کروں گا دُور اس مہٗ سے اندھیرا ✣ دکھاؤں گا کہ اک عالَم کو پھیرا
بشارت کیا ہے اک دل کی غذا دی ✣ فسبحان الذی اخزی الاعادی

اور انہیں عظیم الشان کارناموں کو منصۂ شہود پر لانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے خود حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہٗ کو عین بچپن اور اوائل عمر سے خدمت اسلام اور اللہ تعالیٰ کے حضور دعائیں کرتے رہنے کا خاص جوش عطا کیا۔ چنانچہ حضور رضؓ فرماتے ہیں:۔

"میں چھوٹی سی عمر میں بھی ایسی دعائیں کرتا تھا اور مجھے ایسی حرص تھی کہ اسلام کا جو کام بھی ہو میرے ہی ہاتھ سے ہو۔ میں اپنی اس خواہش کے زمانہ سے واقف نہیں کہ کب سے ہے۔ میں جب دیکھتا تھا تو اپنے اندر اس جوش کو پاتا تھا اور دعائیں کرتا تھا کہ اسلام کا جو کام ہو میرے ہی ہاتھ سے ہو، پھر اتنا ہو، اتنا ہو کہ قیامت تک کوئی زمانہ ایسا نہ ہو جس میں اسلام کی خدمت کرنے والے میرے شاگرد نہ ہوں۔ میں نہیں سمجھتا تھا اور نہیں سمجھتا ہوں کہ یہ جوش اُنس اسلام کی خدمت کا میری فطرت میں کیوں ڈالا گیا۔ ہاں اتنا جانتا ہوں کہ یہ جوش بہت پرانا رہا ہے۔ غرض اسی جوش اور خواہش کی بناء پر میں نے خدا تعالیٰ کے حضور دعا کی کہ میرے ہاتھ سے تبلیغ اسلام کا کام ہو اور میں خدا تعالیٰ کا شکر کرتا ہوں کہ اس نے میری ان دعاؤں کے جواب میں بڑی بڑی بشارتیں دی ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور اب میں یقین رکھتا ہوں کہ دنیا کو ہدایت میرے ہی ذریعہ ہوگی اور قیامت تک کوئی زمانہ ایسا نہ گزرے گا جس میں میرے شاگرد نہ ہوں گے۔"

(تقریر منصب خلافت فرمودہ ۱۲؍اپریل ۱۹۱۴ء)

اس مضمون میں یہ عاجز حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہٗ کے چند ایسے عظیم الشان کاموں کا تذکرہ کرے گا۔ جن میں بعض اس وقت دیکھنے والوں کو بظاہر بڑے کام نہ نظر آتے ہوں گے۔ یا وہ کام بظاہر خاموشی کے ساتھ کئے گئے، یا ظاہری کمزوری کے عالم میں کئے گئے۔ لیکن وہ بظاہر چھوٹے نظر آنے والے کام یا بظاہر ایک کمزوری کی حالت میں کئے گئے کام اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں بہت بڑے کام تھے اور ان کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے عظیم الشان

تغیرات دنیا میں پیدا ہو گئے اور انشاء اللہ آئندہ تا قیامت پیدا ہوتے چلے جائیں گے۔

پہلا واقعہ پہلا واقعہ جو یہ عاجز بیان کرے گا اس وقت پیش آیا جب شہر لاہور میں ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وصال ہوا اس وقت ہماری جماعت ایک بہت چھوٹی سی جماعت تھی۔ اس کی مثال اس ننھی سی کونپل کی تھی جو ابھی زمین سے پھوٹ کر فضا میں بڑھنا اور پھولنا چاہتی ہو۔ ایسے وقت میں جبکہ چاروں طرف مخالفت کا ایک سمندر موجود تھا، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وصال سے مومنین کے قلوب پر جو گزری ہوگی اس کا اندازہ ہمارے ان بزرگوں ہی کو ہے جو اس وقت موجود تھے۔ مخالفین حضورؑ کے وصال کی خبر سنکر خوشی کے شادیانے بجاتے تھے۔ سوانگ رچائے گئے اور حضورؑ کا مصنوعی جنازہ بنا کر تمسخر کے ساتھ ماتم کئے جانے لگے اس وقت ہاں اس وقت جب ؎

ہاتھ ملتے رہ گئے جب عاشقانِ جاں نثار ٭ لے گیا "جانِ جہاں" کو گود میں جاں آفریں
جسمِ اطہر کے قریں مرغانِ بسمل کی تڑپ ٭ ہو رہی تھی روحِ اقدس داخلِ خلدِ بریں
جس طرف دیکھا یہی حالت تھی ہر شیدائی کی ٭ سر بہ سینہ، چشم باراں، پشت خم، اندوہ گیں

(حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم مدظلہا)

اُس وقت جماعت احمدیہ پر بعینہٖ وہ عالم طاری تھا جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بطور پیشگوئی الوصیۃ میں تحریر فرمایا تھا کہ

"یہ خدا تعالیٰ کی سنت ہے اور جب سے کہ اس نے انسان کو زمین میں پیدا کیا ہمیشہ اس سنت کو وہ ظاہر کرتا رہا ہے کہ وہ اپنے نبیوں اور رسولوں کی مدد کرتا ہے اور ان کو غلبہ دیتا ہے ..... خدا تعالیٰ قوی نشانوں کے ساتھ ان کی سچائی ظاہر کر دیتا ہے۔ اور جس راستبازی کو وہ دنیا میں پھیلانا چاہتے ہیں اس کی تخم ریزی انہی کے ہاتھ سے کر دیتا ہے لیکن اس کی پوری تکمیل ان کے ہاتھ سے نہیں کرتا بلکہ ایسے وقت میں ان کو وفات دے کر جو بظاہر ایک ناکامی کا خوف اپنے ساتھ رکھتا ہے مخالفوں کو ہنسی اور ٹھٹھے اور طعن اور تشنیع کا موقعہ دیتا ہے۔"

نیز فرمایا:۔

"نبی کی وفات کے بعد مشکلات کا سامنا پیدا ہو جاتا ہے اور دشمن زور میں آجاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ اب کام بگڑ گیا اور یقین کر لیتے ہیں کہ اب یہ جماعت نابود ہو جائے گی اور خود جماعت کے لوگ بھی تردد میں پڑ جاتے ہیں اور ان کی کمریں ٹوٹ جاتی ہیں اور کئی بدقسمت مرتد ہونے کی راہیں اختیار کر لیتے ہیں۔"

اُس وقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خاص برکت اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعاؤں کے نتیجہ میں جو عظیم الشان رُوح تمام دنیا میں اپنی برکتیں پھیلانے کے لئے اللہ تعالےٰ نے بھیجی تھی وہ روح تڑپ اٹھی۔ اس عظیم الشان روح والے اولوالعزم مردِ خدا یعنی حضرت مصلح موعود رضؓ نے اللہ تعالےٰ کے سامنے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جسدِ مبارک کے قریب کھڑے ہو کر ایک عزم کا اظہار کیا ؎

اک جوانِ منحنی اٹھا بعزمِ استوار ؎ اشکبار آنکھیں لبوں پر عہدِ راسخ دلنشیں
شوکتِ الفاظ بھرائی ہوئی آواز میں ؎ کرب و غم میں بھی نمایاں عزم و ایمان و یقیں
مَیں کروں گا عمر بھر تکمیل تیرے کام کی ؎ مَیں تیری تبلیغ پھیلا دوں گا بر روئے زمیں
زندگی میری کٹے گی خدمتِ اسلام میں ؎ وقف کر دوں گا خدا کے نام پر جانِ حزیں

(حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم مدظلہا)

لاریب ہم سب کے لئے اور تا قیامت آئندہ نسلوں کے لئے حضرت مصلح موعود رضؓ کی وہ کیفیت اور عزم کا وہ اظہار ایک عظیم الشان نمونہ ہے اور یہی عہد بنیاد تھا حضورؓ کی آئندہ زندگی میں تمام پُرشکوہ اور پُرعظمت کارناموں کا جن کی دھاک سب دنیا میں بیٹھ چکی ہے۔

دوسرا واقعہ دوسرا واقعہ بھی جو یہ عاجز پیش کرے گا بظاہر ایک چھوٹا سا واقعہ یا ایک Dialogue یعنی مکالمہ ہے جو ایک منکرِ خلافت اور حضرت مصلح موعودؓ کے درمیان ہوا۔ وہ دشمنِ دین، نظامِ خلافت کے دشمنوں کا ایک نمائندہ تھا۔ واقعہ یوں ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کی زندگی میں ایک مرتبہ جناب خواجہ کمال الدین صاحب حضرت صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب کے پاس پہنچے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد بیعتِ خلافت کو غلطی قرار دے کر کہنے لگے۔

"میاں! ہم سے غلطی ہوگئی جس کا تدارک اب سوائے اس کے نظر نہیں آتا کہ ہم کسی ڈھنگ سے خلیفہ کے اختیارات کو محدود کریں وہ بیعت لے لیا کریں، نماز پڑھا دیا کریں، خطبہ نکاح پڑھا کر ایجاب و قبول اور اعلانِ نکاح فرما دیا کریں یا جنازہ پڑھا دیا کریں۔"

(الحکم جوبلی نمبر بحوالہ الفضل سالانہ نمبر ۱۹۶۳ء)

بیس سالہ حضرت صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب (رضی اللہ عنہ) نے جو جواب اس بات کا دیا وہ رہتی دنیا تک تاریخ میں سنہری حروف میں لکھا جائے گا فرمایا۔

" خواجہ صاحب ہم کون ہیں جو خلیفہ کے اختیارات کو تقسیم کریں۔ خلیفہ بن جانے کے بعد وہ حاکم ہیں نہ کہ ہم . . . . . . ہم نے برضا و رغبت ایک شخص کی بیعت کرلی اور اس کے ہاتھ پر بک چکے

اب ہم کون ہیں جو اس کے اختیارات میں دخل دیں یا ان کو محدود کریں۔" (ایضاً)

نظامِ خلافت کے خلاف نہایت باریک راہوں اور پُر فریب طریقوں سے سازشیں کرنے والوں کو نوعمر اور بظاہر بے سہارا فرزندِ مسیحا کا نہایت جرأت مندانہ اور مومنانہ جواب، وہ عظیم الشان کارنامہ ہے جو ہم سے ہر احمدی بوڑھے جوان اور طفل مرد اور عورت کو ہمیشہ مدنظر رکھنا چاہیئے۔ حضور کا یہ مکالمہ بھی حضور کے آئندہ عظیم الشان کارناموں کی بنیاد ہے جو خلافت حقہ کی مضبوطی اور استحکام کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضور سے صادر ہوئے جن کے ثمرات سے ہم آج متمتع ہو رہے ہیں۔ اور آئندہ نسلیں انشاء اللہ تاقیامت متمتع ہوتی رہیں گی۔

تیسرا واقعہ تیسرا واقعہ جو یہ عاجز پیش کرے گا بے شک ایسا واقعہ نہیں جو ایک قسم کی علیحدگی یا خاموشی کے عالم میں پیش آیا۔ لیکن وہ واقعہ پیش آیا ایسے وقت میں تھا جو ایک شدید ابتلا کا وقت تھا جب حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ ایسے محسن اور شفیق امام اور مربی کی وفات ہوگئی اور جماعت احمدیہ میں "بڑے" کہلانے والے اور بظاہر سرگرم کارکن نظر آنے والے لوگ اکٹھے ہو کر نظامِ خلافت کو ختم کرنے کے درپے ہوگئے وہ کونسی کوشش تھی جو انہوں نے نہ کی وہ کونسا مکر اور حیلہ تھا جو انہوں نے اختیار نہ کیا۔ وہ لوگ اپنے تمام اثر و رسوخ اور جماعتی خزانہ اور تمام ذرائع کو اپنی خواہشات کو پورا کرنے پر صرف کرتے رہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ سے تائید یافتہ ایک نوجوان نے جس کو طنزیہ طور "بچہ" کہا جاتا تھا بظاہر بے سروسامانی کی حالت میں یہ نعرہ بلند کیا

"کون ہے جو خدا کے کاموں کو روک سکے"

اور غریب اور بظاہر گھبرائے ہوئے لیکن اطاعت شعار مومنین کی پکار کو سنکر، اللہ تعالیٰ کی تائید سے وہ نوجوان آگے بڑھا ۔

سَر پہ اک بارِ گراں لینے کو آگے ہو گیا ✤ نازکا پالا ہوا، ماں باپ کا طفلِ حسیں"
کرنہیں سکتا کوئی انکار عالم ہے گواہ ✤ جو کہا تھا اس نے آخر کر دکھایا بالیقیں

(حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم مدظلہا)

ابتداءِ خلافتِ ثانیہ میں مخالفین کے فتنوں اور آئندہ بھی سر اٹھانے والے شدید فتنوں کے مقابل کاروانِ احمدیت کی باتیل و مرام منزلِ مقصود کی طرف بڑھتے چلے جانے کی عظیم الشان پیشگوئی حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ، ان الفاظ میں فرماتے ہیں:۔

"یہ احمدیت کا پودا کوئی معمولی پودا نہیں۔ یہ اُس (خدا۔ ناقل) نے اپنے ہاتھ سے لگایا ہے۔ اور وہ خود اس کی حفاظت کرے گا اور مخالف حالات کے باوجود کرے گا۔ دشمن پہلے بھی ایڑی چوٹی کا زور لگاتے رہے۔ مگر یہ پودا ان کی حسرت بھری نگاہوں کے سامنے بڑھتا رہا۔ تاریکی کے

فرزندوں نے پہلے بھی حق کو دبانے کی کوشش کی مگر حق ہمیشہ ابھرتا رہا اور اب بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے اسی طرح ہوگا یہ چراغ وہ نہیں جسے دشمن کی پھونکیں بجھا سکیں۔ یہ درخت وہ نہیں جسے عداوت کی آندھیاں اکھاڑ سکیں۔ مخالف ہوائیں چلیں گی طوفان آئیں گے۔ مخالفتوں کا سمندر ٹھاٹھیں مارے گا اور لہریں اچھلے گا مگر یہ جہاز جس کا ناخدا خود خدا ہے پار لگ کر ہی رہے گا۔"

(الفضل ۲۱ مئی ۱۹۴۷ء)

نیز یہ عاجز حضورؓ کی ایک نہایت پُرشوکت تحریر ذیل میں درج کرتا ہے جس میں حضور نے اللہ تعالیٰ کے فضل سے اپنے ذریعہ اسلام اور احمدیت کی ترقی کے لئے فقید المثال کارناموں کے ظہور اور آئندہ عظیم الشان ترقیات کی پیشگوئیاں فرمائی ہیں فرمایا:۔

"وہ خدا کہ جس نے قرآن شریف نازل کیا ہے وہ خدا کہ جس نے اس دنیا کے لئے ایک روحانی نظام بنایا ہے جس کے ماتحت یہ دنیا ترقی کر رہی ہے۔ وہ خدا جس نے احمد علیہ السلام مسیح موعود و مہدی معہود کو بتایا تھا کہ وہ ان کی ذریت سے ۱۸۸۶ء سے لے کر نو سال کے اندر ایک لڑکا پیدا کرے گا جو خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم سے جلد جلد ترقی کرے گا اور دنیا کے کناروں تک شہرت پائے گا اور اسلام کو دنیا میں پھیلا کر اسیروں کی رستگاری اور مُردوں کے احیاء کا موجب ہوگا اس کی بات پوری ہوئی اور اس کا کلمہ اونچا رہا۔ ہر روز جو طلوع ہوتا تھا وہ میری کامیابی کے سامانوں کو ساتھ لاتا تھا۔ ہر روز جو غروب ہوتا تھا وہ میرے دشمنوں کے تنزل کے اسباب چھوڑ جاتا تھا یہاں تک کہ خدا تعالیٰ نے جماعت احمدیہ کو میرے ذریعہ سے دنیا بھر میں پھیلا دیا اور قدم قدم پر خدا تعالیٰ نے میری راہ نمائی کی اور بیسیوں موقعوں پر اپنے تازہ کلام سے مجھے مشرف فرمایا۔ یہاں تک کہ ایک دن اُس نے مجھ پر یہ ظاہر کر دیا کہ میں ہی وہ موعود فرزند ہوں جس کی خبر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ۱۸۸۶ء میں میری پیدائش سے تین سال پہلے دی تھی۔ اس وقت سے خدا تعالیٰ کی نصرت اور مدد اور بھی زیادہ زور پکڑ گئی۔ آج دنیا کے ہر براعظم پر احمدی مشنری اسلام کی لڑائیاں لڑ رہے ہیں۔ قرآن جو ایک بند کتاب کے طور پر مسلمانوں کے ہاتھ میں تھا، خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی برکت اور مسیح موعود علیہ السلام کے فیض سے ہمارے لئے یہ کتاب کھول دی ہے اور اس میں سے نئے سے نئے علوم ہم پر ظاہر کئے جاتے ہیں۔ دنیا کا کوئی علم نہیں جو اسلام کے خلاف آواز اٹھاتا ہو اور اس کا جواب خدا تعالیٰ نے مجھے قرآن کریم سے ہی نہ سمجھا دیا ہو۔ ہمارے ذریعہ سے پھر قرآنی حکومت کا جھنڈا اونچا کیا جا رہا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کے کلاموں اور الہاموں سے یقین اور

ایمان حاصل کرتے ہوئے ہم دنیا کے سامنے پھر قرآنی فضیلت کو پیش کر رہے ہیں ...... یہ ایک قطعی اور یقینی بات ہے کہ سورج ٹل سکتا ہے۔ ستارے اپنی جگہ چھوڑ سکتے ہیں۔ زمین اپنی حرکت سے رک سکتی ہے۔ لیکن محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور اسلام کی فتح میں اب کوئی شخص روک نہیں بن سکتا۔ قرآن کی حکومت دوبارہ قائم کی جائے گی پھر دنیا اپنے ہاتھوں سے بنائے ہوئے بتوں یا انسانوں کی پوجا کو چھوڑ کر خدائے واحد کی عبادت کرنے لگے گی اور باوجود اس کے کہ دنیا کی حالت اس وقت قرآنی تعلیم کو قبول کرنے کے خلاف ہے اسلام کی حکومت پھر قائم کردی جائے گی۔ ایسی طرح کہ پھر اس کی جڑوں کو ہلانا انسان کے لئے ناممکن ہو جائے گا۔ اس شیطان کی برباد کردہ دنیا کے جنگل میں خدا نے پھر ایک بیج بویا ہے۔ میں ایک ہوشیار کرنے والے کی صورت میں دنیا کو ہوشیار کرتا ہوں کہ یہ بیج بڑھے گا ترقی کرے گا' پھیلے گا اور پھلے گا اور وہ روحیں جو بلند پرواز کا اشتیاق رکھتی ہیں جن کے دلوں کے مخفی گوشوں میں خدا تعالےٰ کے ساتھ ملنے کی تڑپ ہے' وہ ایک دن اپنے مادی خوابوں سے بیدار ہوں گی اور بے تاب ہو کر اس درخت کی ٹہنیوں پر بیٹھنے کے لئے دوڑیں گی۔ تب اس دنیا کے فساد دُور ہو جائیں گے اس کی تکلیفیں مٹا دی جائیں گی۔ خدا تعالےٰ کی بادشاہت پھر اس دنیا میں قائم کردی جائے گی اور پھر اللہ تعالےٰ کی محبت انسان کے لئے سب سے قیمتی متاع قرار پائے گی۔" (دیباچہ تفسیر القرآن)

چوتھا واقعہ میرے مضمون میں چوتھے واقعہ کی بنیاد بھی بظاہر ایک چھوٹی سی بنیاد نظر آئیگی یہ واقعہ افریقہ میں تبلیغ اسلام کے آغاز کے متعلق ہے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:-

"مجھے افریقہ میں تبلیغ اسلام کی ابتدائی تحریک درحقیقت اس وجہ سے ہوئی کہ میں نے ایک دفعہ حدیث میں پڑھا کہ حبشہ سے ایک شخص اٹھے گا جو عرب پر حملہ کریگا اور مکہ مکرمہ کو تباہ کرنے کی کوشش کریگا جب میں نے یہ حدیث پڑھی اسی وقت میرے دل میں یہ تحریک پیدا ہوئی کہ اس علاقہ کو مسلمان بنانے کی کوشش کرنی چاہیئے تاکہ یہ انذاری خبر اللہ تعالےٰ کے فضل سے ٹل جائے اور مکہ مکرمہ پر حملہ کا کوئی خطرہ باقی نہ رہے..... اصل بنیاد افریقہ کی تبلیغ کی یہی حدیث تھی ..... میں نے اللہ تعالےٰ پر توکل کرتے ہوئے اس کے فضلوں کی امید میں چاہا کہ پیشتر اس کے کہ وہ شخص پیدا ہو جس کا احادیث میں ذکر آتا ہے ہم افریقہ کو مسلمان بنا لیں۔" (الفضل ۲۵ مارچ ۱۹۶۰ء)

ایک حدیث کو پڑھ کر نامساعد حالات میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے جو اقدام فرمایا وہ بظاہر ایک ناقابلِ عمل یا ناقابلِ تکمیل نظر آنے والا معرکہ آج ہماری نگاہوں کے سامنے اسلام اور عیسائیت کی آخری جنگ کا

عظیم الشان محاذ بنا ہوا نظر آتا ہے۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز نے حال ہی میں ارشاد فرمایا ہے کہ تمام دنیا میں:

"اسلام کی جنگ سوائے احمدیت کے اور کسی نے نہیں لڑنی اور جو اسلام کی جنگ لڑی جانی ہے اس کے بڑے محاذ دو ہیں ..... ایک دہریت اور لادینیت کا محاذ اور دوسرا نام نہاد عیسائیت کا محاذ ..... یہ جنگ جو ہم نے عیسائیت سے لڑنی ہے اس کا فیصلہ افریقہ میں ہوگا۔ کیونکہ اگر آج ہم افریقہ سے عیسائیت کو نکال دیں تو پھر ان کے لئے یہ بڑا ہی مشکل ہے کہ سپین یا جنوبی امریکہ میں اس طرح اکٹھے ہو جانا اور counter attack کے لئے جمع ہو جانا کہ جس میں انہیں کامیابی کی کوئی امید ہو۔" (الفضل ۲۰ ظہور ۱۳۴۹ ہش)

پانچواں واقعہ } حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ سے صادر ہونے والا پانچواں واقعہ جو آخر میں یہ عاجز پیش کرے گا وہ بھی خاموشی اور تنہائی کی دعاؤں اور تضرعات کا نتیجہ ہے جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شدید تڑپ والی دعاؤں اور تضرعات کے نتیجہ میں اللہ تعالےٰ نے حضور کو مصلح موعود کی بشارت عطا کی۔ اسی طرح حضرت مصلح موعود رضی کی نیم شبی کی خاص دعاؤں کے نتیجہ میں اللہ تعالےٰ نے آپؓ کو بھی ایک فرزند خاص کی بشارت عطا کی۔ آپؓ فرماتے ہیں:-

"مجھے بھی خدا تعالےٰ نے خبر دی ہے کہ میں تجھے ایک ایسا لڑکا دوں گا جو دین کا ناصر ہوگا اور اسلام کی خدمت پر کمربستہ ہوگا۔" (المبشرات صفحہ ۱۲۴)

اور آج وہ حضرت مصلح موعود رضی کی خاص دعاؤں اور تضرعات کا ثمرہ آپ کا "ناصرِ دین" فرزند ہمارا امام اور خلیفۃ المسیح الثالث کے منصبِ جلیلہ پر تائیدِ الٰہی سے فائز ہے متعنا اللہ بطول حیاتہٖ وایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

اس فرزند مصلح موعودؓ کی قوتِ قدسیہ اور حسن و احسان کی جھلک جب حال ہی میں ایک عیسائی سربراہ مملکت نے پائی تو وہ پکار اٹھا:-

"آج ہماری کتنی خوش قسمتی ہے کہ اس زمانے کے روحانی بادشاہ ہمارے درمیان تشریف فرما ہیں۔ ان کی ہمارے ملک میں تشریف آوری ہمارے لئے عزت کا باعث ہے۔ اگرچہ میں مذہباً عیسائی ہوں لیکن ایک اللہ پر دلی یقین رکھتا ہوں .... اس پر ایمان اور یقین آج کی دکھی دنیا کے لئے بہت ضروری ہے ...... آج کے مہمان خصوصی ایک عظیم روحانی شخصیت ہیں۔ اللہ تعالےٰ ان کی دعائیں قبول کرتا ہے۔ یہ وہ شخص

جسے اللہ تعالیٰ نے بینائی عطا فرمائی ہے دیکھ سکتا ہے کہ آپ کو قربِ الٰہی حاصل ہے میں آپ کو خوش آمدید کہتا ہوں اور آپ کے لئے جامِ صحت تجویز کرتا ہوں۔"

(از مسٹر ٹب مین صدر لائبیریا)

فرزندِ مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی عظمت وشوکت دراصل حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی عظمت شوکت کی دلیل ہے۔ اور ہم یہ اقرار کرنے میں اپنی سعادت سمجھتے ہیں کہ درحقیقت یہ

"زمانہ محمود کا زمانہ ہے"

(حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم مدظلہا)

وآخر دعوٰنا ان الحمد للہ ربّ العالمین

توحید کے اصل مفہوم کو سمجھنے والے بہت کم ہیں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"بہت ہی کم لوگ ہیں جنہوں نے توحید کے اصل مفہوم کو سمجھا ہے اور اگر انہیں کہا جاوے تو جھٹ کہہ دیتے ہیں کیا ہم مسلمان نہیں اور کلمہ نہیں پڑھتے؟ مگر افسوس تو یہ ہے کہ انہوں نے اتنا ہی سمجھ لیا ہے کہ بس کلمہ منہ سے پڑھ دیا اور یہ کافی ہے۔ میں یقیناً کہتا ہوں کہ اگر انسان کلمہ طیبہ کی حقیقت سے آگاہ ہو جاوے اور عملی طور پر اس پر کاربند ہو جاوے تو وہ بہت بڑی ترقی کر سکتا ہے اور خدا تعالیٰ کی عجیب در عجیب قدرتوں کا مشاہدہ کر سکتا ہے۔"

(ملفوظات جلد نہم ص۱۰۶)

معیارِ صداقتِ انبیاء

مکرم پروفیسر حبیب اللہ خان صاحب قائد تعلیم مجلس انصار اللہ مرکزیہ

جب دنیا فسق و فجور میں مبتلا ہو جاتی ہے اور اپنے خالق و مالک کو بالکل فراموش کر دیتی ہے تو قدیم سے سنت اللہ یہی ہے کہ وہ اپنے فرستادوں کے ذریعہ مخلوق کی اصلاح کا سامان کرتا اور ان کے ذریعہ اپنی قدرتوں کے نشان دکھاتا ہے تاکہ لوگوں میں از سر نو یقین و ایمان پیدا ہو اور راستی و سلامت روی کی راہیں ان پر واضح ہوں لیکن اندھی دنیا خدا کے برگزیدوں کی ہمیشہ ہی مخالفت کرتی رہی ہے اور اس امر کی کوشش کرتی رہی ہے کہ خدا کے نور کو منہ کی پھونکوں سے بجھائے یا زور بازو سے مٹا دے۔ اس غرض کے لئے منصوبے بنتے ہیں، تدبیریں کی جاتی ہیں جتھوں اور اجتماعات سے مرعوب کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، ہزار افترا گھڑے جاتے ہیں، اذیتیں پہنچائی جاتی ہیں، بائیکاٹ کیا جاتا ہے، گھروں سے بے گھر کیا جاتا ہے، جائدادوں اور املاک پر زبردستی قبضہ کیا جاتا ہے اور خوف و ہراس کی ایسی فضا پیدا کر دی جاتی ہے کہ لوگ خدا کی آواز کی طرف متوجہ نہ ہوں لیکن الٰہی تقدیر ان مخالفانہ تدبیروں پر خندہ زن ہوتی ہے اور اندر ہی اندر اپنا کام کرتی ہے۔ مخالفت کی بے پناہ آندھیوں میں نور کی شمع کبھی ایک گھر میں فروزاں ہوتی ہے کبھی دوسرے میں، سعید روحیں ادھر سے ادھر سے آہستہ آہستہ کھچی چلی آتی ہیں اور ایک وقت آجاتا ہے کہ وہ آواز جو کسی وقت بالکل تنہا تھی اور صدا بصحرا معلوم ہوتی تھی تنہا نہیں رہتی بلکہ اس کی گونج دور دور سنائی دیتی ہے اور اس کے بہت سے ہمنوا پیدا ہو جاتے ہیں تب مخالفت اور تیز ہوتی ہے — بحث و تمحیص کا بازار گرم ہوتا ہے اور باطل اپنی قوتوں کو جمع کر کے پوری شدت سے نبرد آزما ہو جاتا ہے۔ صداقت کے دلائل طلب کئے جاتے ہیں اور نشانات کا مطالبہ ہوتا ہے۔ تب خدا وند کریم زمانہ کی ضرورت کے لحاظ سے اپنی قدرت اور تصرف اور نصرت کے جلوے دکھاتا ہے اور مردہ روحوں کو جلا بخشتا ہے، اندھے بینا ہو جاتے ہیں اور خالق کی آواز پر کان دھرنے لگ جاتے ہیں۔

اس جگہ صداقتِ انبیاء کے چند معیار جو قرآن کریم نے پیش کئے ہیں ان کا نہایت اختصار کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے۔

۱۔ اللہ تعالیٰ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتا ہے کہ اپنے مخالفین سے کہو کہ

فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ

یعنی کیا میں نے اپنی زندگی کا ایک بڑا حصہ دعوے سے قبل تم میں نہیں گزارا۔ تم میرے کردار سے، عادتوں اور خصلتوں سے واقف تھے۔ میرے شب و روز تم میں گزرے۔ کیا کبھی کوئی جھوٹ اور دغا کی بات تم نے دیکھی۔ تم مجھے امین اور صادق کہتے تھے۔ پھر یہ کیا معاملہ ہے کہ ۴۰ برس سچ بولنے کے بعد اب میں اچانک تمہارے نزدیک جھوٹا اور فریبی بن گیا ہوں۔ جب میں نے کبھی دوست دشمن کے بارے میں غلط بیانی نہیں کی تو اب اچانک خالقِ ارض و سما کے بارے میں کیسے غلط بیانی کر سکتا ہوں جو سینے کی پوشیدہ باتوں کو بھی جانتا ہے۔ ایسا ہونا تو انسانی تجربہ اور مشاہدہ کے خلاف ہے۔ پھر تم کیوں عقل سے کام نہیں لیتے اور کیوں بدظنی کرتے ہو۔ سوچو اور غور کرو شائد تم پر بھی یہ بات واضح ہو جائے کہ میں واقعی خدا کا رسول اور پیغمبر ہوں اور تمہاری ہدایت کے لئے مبعوث کیا گیا ہوں۔

غرض انبیاء علیہم السلام کی دعوے سے قبل کی زندگی کا پاکیزہ اور بے عیب ہونا ان کی صداقت کی ایسی دلیل ہے جو ہر صحیح الفطرت انسان کو اپیل کرتی ہے اور اس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اس زمانہ کے مامور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی فرماتے ہیں:-

"تم کوئی عیب، افترا یا جھوٹ یا دغا کا میری پہلی زندگی پر نہیں لگا سکتے تا تم خیال کرو کہ جو شخص پہلے سے جھوٹ یا افترا کا عادی ہے یہ بھی اس نے جھوٹ بولا ہوگا۔ کون تم میں سے ہے جو میری سوانح زندگی میں کوئی نکتہ چینی کر سکتا ہے؟ پس یہ خدا کا فضل ہے جو اس نے ابتداء سے مجھے تقویٰ پر قائم رکھا اور سوچنے والوں کے لئے یہ ایک دلیل ہے۔" (تذکرۃ الشہادتین صفحہ ٦٢)

۲۔ اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء کو کثرت مکالمہ مخاطبہ کی نعمت سے سرفراز کرتا ہے۔ بعض لوگ جھوٹے الہام کا بھی دعوےٰ کر بیٹھتے ہیں۔ جھوٹوں اور سچوں میں مابہ الامتیاز قائم کرنے کے لئے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ایک واضح اصول پیش کیا ہے فرمایا۔

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ ۝ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ۝ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ ۝ فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَ ۝

(سورہ الحاقہ رکوع ۲)

اگر یہ مدعی بعض باتیں جھوٹے طور پر ہماری طرف منسوب کرتا تو ہم اس کو داہنے ہاتھ سے پکڑ لیتے اور اس کی شہ رگ کاٹ دیتے اور پھر تم میں سے کوئی بھی اس کو بچا نہ سکتا۔

اس میں بتایا گیا ہے کہ نعوذ باللہ اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم وحی و الہام کا جھوٹا دعوے کرتے تو ہم ان کو پکڑ کر ہلاک کر دیتے اور کبھی موقعہ نہ دیتے کہ وہ لمبا عرصہ مخلوقِ خدا کو دھوکا دیتے رہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم

نزولِ وحی کے بعد تئیس سال زندہ رہے۔ اس عرصہ میں حضورؐ پر وحی والہام کا سلسلہ برابر جاری رہا۔ حضورؐ کا اتنی مدت تک دعوئے وحی کے باوجود زندہ سلامت رہنا اس بات کی محکم دلیل ہے کہ حضور راستباز اور منجانب اللہ تھے۔ کیونکہ انسانی تاریخ ایسی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے کوئی جھوٹا دعویدار نبوت والہام اپنے دعوے کے بعد اتنا عرصہ خدائی گرفت سے بچ گیا ہو۔

اسی دلیل کے مطابق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فرزند جلیل اور بروز کامل حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی راستباز اور منجانب اللہ ثابت ہوتے ہیں کیونکہ حضورؑ پر الہام و وحی کا سلسلہ ۱۸۷۲ء سے لے کر آپؑ کے وصال تک یعنی مئی ۱۹۰۸ء تک جاری رہا۔

۳- اللہ تعالےٰ کے راستباز رسولوں کے بارے میں قرآن کریم نے ایک اور واضح اصول پیش کیا ہے۔ فرمایا

عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ (الجن ع ۲)

یعنی عالم الغیب ہونا صرف اللہ تعالےٰ کی ذات سے مخصوص ہے۔ وہ غیب کی خبریں کثرت کے ساتھ صرف اپنے برگزیدہ رسولوں کو ہی دیتا ہے۔ ان کے غیر کو یہ نعمت عطا نہیں کی جاتی

غیب کی خبروں کا قبل از وقت اظہار ایسا امر نہیں جو انسان اپنی کوشش سے حاصل کر سکے۔ یہ خالص موہبتِ الٰہی ہے اور تعلق باللہ پر موقوف ہے جس قدر کوئی شخص خدا کا قرب حاصل کرتا ہے اسی قدر اس انعام سے حصہ پاتا ہے۔ تاہم رسول اور غیر رسول میں ایک واضح مابہ الامتیاز ہوتا ہے جو شخص رسالت کے بلند مقام پر فائز نہیں ہوتا اسے اپنے ایمان اور ظرف کے مطابق چند امور غیبیہ سے ضرور مطلع کیا جاتا ہے جس سے خدا تعالےٰ کا مقصود اپنی محبت اور تعلق کا اظہار ہوتا ہے۔ لیکن انبیاء اور رسولوں پر تو اخبار غیبیہ اس قدر کثرت سے اور اس قدر شان سے ظاہر کی جاتی ہیں کہ گویا انہیں غیبی خزانوں کی کنجی عطا کر دی گئی ہے اور وہ ان امور کو باذن الٰہی بڑی تحدّی سے لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ ان سے مقصود نہ صرف محبت کا اظہار اور انبیاء اور ان کے متبعین کے دلوں کو مضبوط کرنا ہوتا ہے بلکہ مخلوق کی ہدایت اور مخالفین پر اتمام حجت ہوتا ہے۔ جب ایک غیب کی خبر واضح طور پر پوری ہو جاتی ہے تو سلیم الفطرت انسان کے لئے انکار کی کوئی گنجائش ہی باقی نہیں رہتی۔ اسے سمجھ آجاتا ہے کہ یہ بات کوئی انسان جھوٹے طور پر اور منصوبے کے رنگ میں نہیں کر سکتا۔ صرف خدائی طاقت ان پیش خبریوں کو من و عن پورا کرتی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو سیدنا و مولانا محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کا بروز ہونے کی حیثیت سے اس نعمت سے غیر معمولی طور پر حصہ وافر ملا۔ حضورؑ کے رویاء و کشوف اور الہامات کا مجموعہ یکجائی طور پر تذکرہ کے نام سے شائع ہو چکا ہے جو ایک ضخیم کتاب ہے اور پھر جو امور غیبیہ حضورؑ پر ظاہر کئے گئے۔ وہ نہ صرف اپنی کثرت کے اعتبار سے امتیازی حیثیت رکھتے ہیں بلکہ اپنی کیفیت کے لحاظ سے بھی بہت وسیع اہم اور شاندار ہیں۔ ان الہامات

ہیں غیب کی جن خبروں کا حضورؑ کو علم دیا گیا۔ ان کا تعلق حضورؑ کی اپنی ذات اور اہل وعیال کے علاوہ حضورؑ کے متبعین اور مخلصین سے بھی ہے، مخالفین اور دشمنانِ اسلام سے بھی ہے۔ اسی طرح وہ مختلف اقوام اور ممالک سے اور مختلف زمانوں سے تعلق رکھتی ہیں۔ ان کا تعلق بادشاہوں سے بھی ہے اور اہم سیاسی شخصیتوں سے بھی۔ علما سجادہ نشینوں اور مذہبی لیڈروں کے بارے میں بھی اخبار ہیں اور جماعت کے مخلصین اور منافقین کے بارے میں بھی۔ یہ آفاتِ سماوی وارضی پر بھی حاوی ہیں اور رحمت ونصرت کے غیر معمولی جلووں سے بھی معمور ہیں۔ جن امور کی وسعت اپنوں اور بیگانوں دوستوں اور دشمنوں، قوموں، ارضی وسماوی تغیرات اور اہم سیاسی وملکی معاملات پر مشتمل ہو ان پر قرآن کریم کے پیش کردہ اصل کے ماتحت خدا کے برگزیدہ ماموں کے سوا کوئی قادر نہیں ہوسکتا۔ اس سلسلہ میں چند اخبارِ غیبیہ کا ذکر کیا جاتا ہے جن کی اطلاع قبل از وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دی گئی۔

۱۔ حضورؑ کو اپنی عمر کے بارے میں بتلایا گیا کہ ۸۶ سال یا اس کے قریب ہوگی

۲۔ بتلایا گیا کہ اللہ تعالیٰ حضورؑ کو ایسا فرزند عطا کرے گا جو صاحبِ عظمت وشوکت ہوگا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔

۳۔ جلسہ مذاہب عالم کے بارے میں جو آریہ سماج کے زیر اہتمام لاہور میں منعقد ہوا حضورؑ کو بتلایا گیا کہ آپ کا مضمون سب پر بالا رہے گا اور اسلام کی فوقیت دوسرے مذاہب پر واضح رنگ میں ظاہر ہوگی

۴۔ الہام شاتان تذبحان کے ذریعہ حضرت صاحبزادہ عبد اللطیف صاحب رضؓ اور مولوی عبد الرحمٰن صاحب کے شہید کئے جانے کی خبر دی گئی۔

۵۔ بتلایا گیا کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے اس کے پورا ہونے کا وقت آگیا ہے اور آغاز ہو چکا ہے۔

۶۔ کانگڑہ اور بہار کے زلزلوں کے بارے میں مدتوں قبل اطلاع دی گئی۔ اسی طرح طاعون کے ملک ہندو پنجاب میں پھیلنے کے بارے میں اطلاع دی گئی۔

۷۔ بنگالہ کی دلجوئی، سکھ لیڈر شہزادہ دلیپ سنگھ کے ہندوستان میں آنے سے رد کیے جانے اور ایک مشرقی طاقت اور کوریا کی نازک حالت کا الہام بھی ہوا۔ نادر شاہ کے افغانستان کے بادشاہ بننے اور قتل کئے جانے کی خبریں قبل از وقت بتلائی گئیں۔ اسی طرح جنگ عظیم کے نتیجہ میں زار روس کی حالتِ زار ہونے کے بارے میں مطلع کیا گیا۔

۸۔ لیکھرام کی چھ سال کی مدت میں عید کے دوسرے دن ہلاک کئے جانے کی خبر دی گئی۔ اسی طرح پادری عبد اللہ آتھم کے مارے جانے اور ڈاکٹر ڈوئی امریکن مشنری جس نے پیغمبر ہونے کا دعوےٰ کیا تھا پر

ہلاکت نازل ہونے سے مطلع کیا گیا۔

۹۔ جہاں طاعون کے پھوٹنے کی خبر قبل از وقت بتلائی گئی وہاں یہ بھی بتلایا گیا کہ جو حضور کے گھر میں اور حضور کے سلسلہ بیعت میں داخل ہو گا وہ بغیر کسی ظاہری سبب مثلاً ٹیکہ وغیرہ کے محفوظ رکھا جائے گا اور ایسا ہی ظہور میں آیا۔

۱۰۔ بتلایا گیا کہ سلسلہ احمدیہ خداتعالیٰ کے اذن سے قائم کیا گیا ہے۔ اب یہ بڑھے گا پھیلے گا اور پھولے گا اور کوئی طاقت اس کو ترقی کرنے سے روک نہیں سکتی۔ گذشتہ اسیّ سال میں مخالفت کے ہزاروں طوفان اٹھے لیکن بفضلِ ایزدی یہ سلسلہ بڑھتا گیا اور اب دنیا کے ہر گوشہ میں اس کی شاخیں پھیل گئی ہیں۔

تلک عشرۃ کاملۃ۔ کوئی انسان ایسی غیب کی خبریں بتلانے پر بجز مامور من اللہ کے قادر نہیں ہو سکتا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے چند جلیل القدر صحابہ کے اسماء گرامی

۱۔ حضرت حکیم مولوی نور الدین صاحب خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ
۲۔ حضرت مرزا محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ
۳۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ
۴۔ حضرت مرزا شریف احمد صاحب رضی اللہ عنہ
۵۔ حضرت مولوی عبد الکریم صاحب رضی اللہ عنہ
۶۔ حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب رضی اللہ عنہ
۷۔ حضرت حافظ روشن علی صاحب رضی اللہ عنہ
۸۔ حضرت مولوی برہان الدین صاحب رضی اللہ عنہ
۹۔ حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی رضی اللہ عنہ
۱۰۔ حضرت صاحبزادہ عبد اللطیف صاحب رضی اللہ عنہ شہید کابل۔

انسان، وحشیوں کو بناتے چلے چلو

— مکرم جناب میر اللہ بخش صاحب تسنیم —

آداب زندگی کے سکھاتے چلے چلو | انسان، وحشیوں کو بناتے چلے چلو
اُجڑی ہوئی ہیں سینوں کی مدت سے بستیاں | زندہ خدا کو ان میں بساتے چلے چلو
اے منزلِ حبیب کے سرگرم راہرو | گم کردہ راہ کو راہ دکھاتے چلے چلو
ابلیس کا شکار نہ ہو جائیں دیکھنا | نخچیر حق کا سب کو بناتے چلے چلو
تبدیل کر کے چھوڑنا ظلمت کو نور میں | شمعیں ہدایتوں کی جلاتے چلے چلو
ہر دل میں زندہ رحمۃٌ للعالمین ہو | گردن ابولہب کی دباتے چلے چلو
سینے میں کھا کے زخم ہنسو پھول کی طرح | کانٹوں کو سازگار بناتے چلے چلو
غیروں کو دو بلندیٔ اخلاق سے شکست | تم دشمنوں کو دوست بناتے چلے چلو
دونوں جہاں کی برکتیں ہونگی تمہیں نصیب | اللہ کے گھروں کو بساتے چلے چلو

تسنیمؔ رُوح پھونک کے فیضِ مسیح کی
مُردوں کو مقبروں سے اٹھاتے چلے چلو

ا،

لو

پلو

پلو

پلو

پلو

پلو

لو

لو

لو

انسان کی عملی اور اعتقادی غلطیاں ھی عذاب کی جڑ ہیں
نجات وھی پائے گا جو بد اعتقادی اور بدعملی کی آگ سے دور رہے گا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ھیں :-

''انسان کی عملی اور اعتقادی غلطیاں ھی عذاب کی جڑ ھیں - وھی درحقیقت خداتعالی کے غضب سے آگ کی صورت میں متمثل ھوں گی اور جس طرح پتھر پر سخت ضرب لگانے سے آگ نکلتی ھے اسی طرح غضب الہی کی ضرب انہی بد اعتقادیوں اور بدعملیوں سے آگ کے شعلے نکالے گی اور وھی آگ بداعتقادوں اور بدکاروں کو کھا جائے گی - جیسا کہ تم دیکھتے ھو کہ بجلی کی آگ کے ساتھ خود انسان کی اندرونی آگ شامل ھو جاتی ھے تب دونوں مل کر اس کو بھسم کر دیتی ھیں اسی طرح غضب الہی کی آگ بد اعتقادی اور بدعملی کی آگ کے ساتھ ترکیب پاکر انسان کو جلا دے گی - اسی طرف اشارہ کرکے اللہ تعالی قرآن میں فرماتا ھے ناراللہ الموقدة التی تطلع علی الافئدة یعنی جہنم کیا چیز ھے ؟ وہ خدا کے غضب کی آگ ھے جو دلوں پر بھڑکے گی یعنی وہ دل جو بد اعمالی اور بد اعتقادی کی آگ اپنے اندر رکھتے ھیں وہ غضب الہی کی آگ سے اپنے آگ کے شعلوں کو مشتعل کریں گے ، تب یہ دونوں قسم کی آگ باھم مل کر ایسا ھی ان کو بھسم کرے گی جیسا کہ صاعقہ گرنے سے انسان بھسم ھوجاتا ھے - پس نجات وھی پائے گا جو بد اعتقادی اور بدعملی کی آگ سے دور رھے گا - سو جو لوگ ایسے طور کی زندگی بسر کرتے ھیں کہ نہ تو سچی خدا شناسی کی وجہ سے ان کے اعتقاد درست ھیں اور نہ وہ بداعمالیوں سے باز رھتے ھیں بلکہ...... دلیری سے گناہ کرتے ھیں وہ کیونکر نجات پاسکتے ھیں - یہ بچارے اب تک سمجھے نہیں کہ درحقیقت ھر ایک انسان کے اندر ھی دوزخ کا شعلہ اور اندر ھی نجات کا چشمہ ھے - دوزخ کا شعلہ فرود ھونے سے خود نجات کا چشمہ جوش مارتا ھے - اس عالم میں خداتعالی یہ سب باتیں محسوسات کے رنگ میں مشاھدہ کرا دے گا ''

(ست بچن صفحہ ۱۴۳)

ضرف ٹائیٹل نصرت آرٹ پریس ربوہ میں چھپا -